میری نظر میں
عزاداری کی شرعی حیثیت

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد علی طباطبائی دام ظلہ

میری نظر میں عزاداری

کی

شرعی حیثیت

سماحۃ فقیہ العصر مرجع عالی قدر

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد علی طباطبائی دام ظلہ الوارف

ادارۂ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان، کراچی

جملہ حقوق محفوظ بحق ناشر

نام کتاب	:	میری نظر میں عزاداری کی شرعی حیثیت
مؤلف	:	حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد علی طباطبائی دام ظلہ
مترجم	:	ذ۔ع۔زیدی
مقدمہ	:	حضرت مولانا سید محمد عون نقوی خیرپوری صاحب قبلہ
ناشر	:	ادارۂ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان، کراچی
کمپوزنگ	:	ولایت علی آغا
		وقار گرافک اینڈ لیزر کمپوزنگ، کراچی
		اے۔ون، کلیٹن گارڈن، سولجر بازار، کراچی
		فون : 7228012
سنِ اشاعت		۱۹۹۹ء
تعداد	:	ایک ہزار
ہدیہ	:	۔/۴۵ روپے
ملنے کا پتہ	:	(۱) E-45، رضویہ سوسائٹی، ناظم آباد، کراچی
		(۲) 13-D/1, C-28، گلشن اقبال، کراچی
		(۳) نیشنل بک ایجنسی، پنجگلہ چوک، خیرپور میرس

فہرست

۱) عرض ناشر ۵

۲) مقدمہ ۷

۳) آرزوئیں اور مصیبتیں ۱۴

۴) گستاخی نہیں ہونی چاہیے ۱۸

۵) متوازن رسالت ۲۰

۶) ہر صاحب کرامت معصوم ہے ۲۸

۷) عزاداری کی جواز پر اہلسنت کی ادلہ ۳۴

۸) تیسری دلیل اجماع شیعہ ۳۷

۹) امام خمینی نے شعائر کو حرام نہیں کہا ۴۱

۱۰) چوتھی دلیل عقل ۴۲

۱۱) اصول استدلال ۴۵

۱۲) ضرر حرام نہیں ۴۷

۱۳) ضرر روزے کو باطل نہیں کرتا ۴۸

۱۴) قمہ زنی قدیم ہے ۵۱

۱۵) بعض لوگوں کے مذاق اڑانے کا رد ۵۷

۱۶) ایک عورت جو مسلمان ہوئی ۶۱

۱۷) حسینؑ کے ذاکر کے ساتھ مذاق ۶۳

۱۸) شعائر انکساری کا سبب بنتے ہیں........ ۶۴
۱۹) حسینؑ کی عزاداری پر شیعوں کا اصرار........ ۶۶
۲۱) جھٹلانے کے طریقے........ ۶۸
۲۲) علیؑ کے ساتھ گستاخی........ ۷۴
۲۳) بعض انبیاء کے والدین کی تکفیر........ ۷۹
۲۴) شفاعت کا انکار........ ۸۱
۲۵) کفار کا دفاع........ ۸۴
۲۶) بعض مشہور دعاؤں کا جھٹلانا........ ۹۱
۲۷) حق زہراؑ کے غصب سے انکار........ ۹۳
۲۸) حضرت زہراؑ اور حضرت مریمؑ کی برابری........ ۹۸
۲۹) امیر المومنینؑ کے ساتھ گستاخی........ ۱۰۰
۳۰) امام حسینؑ پر رونے کی ممانعت........ ۱۰۴
۳۱) اہانت کرنے سے انسان مسخ ہوتا ہے........ ۱۱۶
۳۲) خلاصہ........ ۱۱۷
۳۳) حسنِ ختام........ ۱۲۸

عرض ناشر

ادارۂ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان عرصہ دراز سے تبلیغ دین مبین میں مصروف عمل ہیں۔ شروع شروع میں اس کا مرکزی دفتر محلّہ لقمان، خیرپور میں قائم کیا گیا جس کے زیر اہتمام سندھی زبان میں کتابیں، سات معجزہ، سکینہؑ بنت الحسینؑ، نمازِ آل محمدؐ وغیرہ شائع ہوئیں۔ ان کتب کی اشاعت اور ترتیب میں حضرت مولانا سید غلام حسنین رضوی صاحب، حضرت مولانا سید حبیب حیدر رضوی صاحب مرحوم، حضرت مولانا اسد اللہ شاہ صاحب حیدر آباد نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں جبکہ ادارے کی جانب سے محافل و مجالس کا سلسلہ ملک کے مختلف علاقوں میں جاری و ساری رہا۔ خیرپور میں منعقدہ پروگراموں میں مندرجہ بالا علمائے کرام کے علاوہ حضرت استاد العلما علامہ سید محمد قاسم زیدی صاحب مرحوم، حضرت مولانا دھنی بخش صاحب پرنسپل سلطان المدارس، حضرت مولانا ابوالحسن نجفی صاحب، مولانا غلام شبیر حیدری صاحب، حضرت مولانا فخر الحسنین صاحب، حضرت مولانا غلام اکبر دستی صاحب، جناب استاد ابوالحنین زیدی صاحب، برادر بزرگ جناب سید اکبر عباس زیدی صاحب، جناب سید علی رضا شاہ صاحب، جناب اختر حسین جعفری صاحب وغیرہ نے دن رات محنت کی اور ادارے کو ترقی سے ہمکنار کیا۔

برادر بزرگ ابھرتے ہوئے خطیبِ عالمِ باعمل حضرت مولانا سید محمد عون

نقوی صاحب شروع ہی سے ادارے کی ترقی اور کامرانی کے لیے کوشاں ہیں جنہیں اس ادارے کی سربراہی کا شرف حاصل ہے۔ بعض حالات کی بنا پر مرکزی دفتر خیرپور سے کراچی منتقل کرنا پڑا اور یہاں پر دوبارہ از سر نو کام کا آغاز ہوا اور کراچی میں ادارے کی یہ پہلی کتاب ہے جو کہ مشہور عالمِ دین حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد علی طباطبائی صاحب کی تحریر کردہ ہے۔ اس کتاب کو اردو ترجمے سے آراستہ کر کے مومنین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ مومنین اسے خرید کر تعاون فرمائیں تاکہ مزید کتب منظر عام پر آسکیں۔

اس کتاب کی اشاعت میں معروف علمی شخصیت جناب حاجی نصر علی راجپوت صاحب نے دامے درمے سخنے قدمے تعاون فرمایا۔ خداوند عالم سے دعا ہے کہ خدا انہیں دین و دنیا میں سرخرو فرمائے۔ آمین!

سید محمد آصف زیدی

سکریٹری جنرل

ادارۂ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان، کراچی

Ph. No.: 6629921

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد اللہ رب العلمین والصلاۃ والسلام علی محمدؐ و آلہ الطیبین الطاھرینؑ

تمام حمد و ثنا اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے مخصوص ہیں جو اشیا کو عدم سے وجود میں لانے والے، لاشی سے شی بنانے والا، موت کے بعد حیات ہی حیات کو جاری و ساری کرنے والا اور موت سے حیات ظاہری بخشنے والا اور خصوصاً ان ذوات مقدسہ کو خلق کرنے والا ہے جن کے کمالات ظاہری و باطنی کو دیکھ کر کچھ افراد نے ان کے الٰہی ہونے کا گمان کر کے غلو کا راستہ کھولا حالانکہ خود ان ذوات مقدسہ کا ارشاد ہے کہ دو قسم کے افراد گمراہ ہوں گے ایک غلو کرنے والے اور دوسرے تقصیر کرنے والے۔ اب غلو اور تقصیر کا معیار وہی ہے جو علماء کے نزدیک مسلم ہے کہ اہلبیتؑ کی عظمت و شان کا کوئی احصا نہیں کر سکتا۔ اہلبیت اطہارؑ کی عظمت و رفعت اور باطنی فضائل کی تاب نہ لا کر بعض افراد نے تقصیر سے کام لیا اور گمراہی کے گہرے کنویں میں چلے گئے ایسے ہی افراد کی تحریروں کا جواب دینے کے لیے علمائے حق نے بیڑا اٹھایا۔ زیر نظر کتاب گو کہ فقط عزاداری سید الشہدا امام حسین علیہ السلام پر اعتراضات کے جواب میں لکھی گئی ہے لیکن دراصل مؤلف جو کہ خود ایک جید عالم دین، مرجع اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ پر گہری نگاہ والی شخصیت ہیں نے اہلبیتؑ کی باطنی عظمت و فضیلت کی

طرف اشارے کیے ہیں۔ یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ عزاداری سید الشہداؑ روحِ اسلام ہے کیونکہ امام حسینؑ کی شہادت دراصل خود حضور پاکؐ کی شہادت ہے جس کا اقرار خود شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے سر الشہادتین میں کیا اور واضح طور پر لکھا ہے کہ چونکہ شہادت دو قسم کی ہوتی ہے سری اور اعلانیہ حسنینؑ اس شہادت میں نائب منابِ سرکار دوعالمؐ ہیں۔ سبز قبا(امام حسنؑ) کو سری اور سرخ پوش (امام حسینؑ) کو اعلانیہ شہادت نصیب ہوئی اور شہادت پر آسمان سے خون برسنا، مٹی کا خون ہونا، ہاتف غیبی کی آوازیں آنا، جنات کی آہ و بکا، لاشوں پر شیروں کے پہرے، قاتلوں کو ہولناک سزائیں اور خارقِ عادت امور کا انجام پانا، شیعہ سنی کتب سے ثابت ہے۔ اب اگر کوئی ان کی مخالفت کرے تو وہ نہ صرف جاہل بلکہ اجہل ہے اور پھر ایام غم منانے پر اعتراض تو بلکل ناقابل فہم ہے کیونکہ انہیں منانا، یاد تازہ کرنا تو قرآن و سنت سے ثابت ہے مثلاً سورۂ ابراہیم میں ہے ترجمہ اور البتہ بتحقیق بھیجا ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال اور ان کو خدا کے دن یاد دلائیں۔ اس آیت میں اللہ حضرت موسیٰ کو دن یاد دلانے کا حکم دے رہا ہے اور علامہ فخر الدین تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ ایام سے مراد وہ دن جن میں واقعات عظیم واقع ہوئے ہوں اور کنزالعمال میں یوم عاشورا کو یوم خدا قرار دیا گیا ہے (جس دن کربلا میں شہادت امام حسینؑ ہوئی) اور جلوس نکال کر شہدا کی قبروں پر جانا بھی ثابت ہے۔ تفسیر در منثور، البدایہ والنہایہ اور دیگر کتب میں ہے کہ حضور اکرمؐ (صحابہ کرامؓ کے ساتھ) ہر سال یوم احد پر شہدائے احد کی قبروں پر آتے (جلوس کی شکل میں) اور سلام

کرتے۔ آپؐ کے بعد حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان اپنی اپنی ایام حکومت میں اسی طرح (وزرا اور مشیروں کے ساتھ) قبروں پر آتے اور سلام کرتے تھے۔ اور مدینہ منورہ میں یہ دستور رہا تھا کہ مکہ کی عورتیں ہر سال حضرت حمزہؓ پر یومِ حمزہؓ پر گریہ کیا کرتیں تھیں اور کسی کو پکار کر برا یا اچھا کہنا بے شک جائز نہیں لیکن اس صورت میں جب قرآن اجازت دے جیسا کہ سورۃ النباء میں درج ہے کہ "نہیں دوست رکھتا اللہ پکار کر برا کہنا مگر اس کو جو مظلوم ہو"۔ یعنی جس پر ظلم کیا جائے وہ مظلوم پکار کر اپنے قاتل یا قاتل کے چاہنے والے حمائتیوں کو برا کہہ سکتا ہے اور صحیح بخاری میں بھی قول سو سے مراد جزع ہے جو کہ ممنوع ہے مگر مظلوم کی خاطر جائز ہے۔

عزاداریٔ سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کے ذریعے سے فکریں استوار کی جاتی ہیں۔ عقلیں سنواری جاتی ہیں۔ ذہن ڈھالے جاتے ہیں۔ پانچ وقتوں کی اذانیں عزاداریٔ سید الشہدا کی مرہون منت ہیں۔ عزاداری کی مخالفت یزیدی ذہنیت کی عکاس ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مجلسوں کی رونق اور فیض قدرت الٰہی کا کرشمہ اور معجزہ ہے جو کہ صدیوں سے امارت و غربت سے بالاتر مخالفین عزا کی شدید مخالفت کے باوجود مسلسل جاری و ساری ہے۔ اس لیے کہ یہ خوشنودی رب الارباب کا بہترین ذریعہ ہے اور اجر رسالتؐ کی ادائیگی کا بہترین طریقہ ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ الحاج سید محمد علی طباطبائی دام ظلہ نے عزاداری پر کیے جانے والے متعدد اعتراضات کا انتہائی موثر، مدلل اور ناقابلِ تردید جوابات کے ساتھ عظمت حضرت امام حسین علیہ السلام کو نئے

اسلوب سے آشکار کیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے ملت اسلامیہ اور خصوصاً ملت جعفریہ کے ان مسائل کی طرف بھی قلم اٹھایا ہے جن کی طرف توجہ نہیں دی جا تی۔ مثلاً مومنین کے دکھ اور الم میں ایک دوسرے کو ساتھ دینے کے کیا فوائد ہیں اور سامراج کس طرح سے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ عزت اور عقیدے پر کس کس طرح سے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔ عزت اور عقیدے پر کس کس طرح سے گستاخی کی جا رہی ہے۔ اس کا سدباب از حد ضروری ہے۔ علما اور دانشور طبقے کی عزت کا جو حق ہے اسے ادا کیا جانا خوشنودیٔ خدا کا باعث ہے۔ حضرت آقائی طباطبائی نے بعض ان دقیق اعتراضات کا انتہائی علمی اور سہل جواب دیا ہے جو کہ عرصہ دراز سے زیر بحث چلے آ رہے ہیں۔ مثلاً قمہ زنی، شعائر اسلامی کے متعلق عقائد اور ان کی وضاحت وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

دراصل حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد علی طباطبائی کی شخصیت کا کرشمہ ہے کہ آپ کی ہر تحریر براہان اور دلائل سے پر ہے۔

اس موقع پر آپ کی شخصیت اور خاندانی پس منظر اور تحریر کردہ کتب کی تفصیلات نہ لکھی جائیں تو ظلم ہو گا۔ حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد علی طباطبائی خاندانی عالمِ دین اور سلسلۂ اجتہاد کے اہم فرد ہیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید عبدالکریم جو کہ زہد و تقویٰ، علم و فہم میں مصروف تھے۔ حضرت آیت اللہ سید محمد علی طباطبائی کے ہم درس علما میں حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید روح اللہ خمینیؒ، سید ابوالقاسم خوئیؒ، حضرت آیت اللہ سید عبدالاعلیٰ سبزواری، حضرت آیت اللہ

سید محمد حسن، حضرت آیت اللہ سید عبداللہ شیرازی وغیرہ شامل ہیں۔ آپ کی عربی تصنیفات کویت، شام، لبنان، بیروت، عراق، ایران، لیبیا، مصر اور عرب ممالک میں کافی مشہور ہیں۔ آپ نے درجۂ اجتہاد پر فائز ہونے کے بعد رسالہ عملیہ قوانین شرعیہ کے نام سے شائع فرمایا۔ جس کو متعدد زبانوں میں ترجمہ کیا جاچکا ہے۔ آپ کا رسالہ اردو زبان میں عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ آپ کی عربی و فارسی تصانیف میں : رسالہ اصول و دین، رسالہ المراۃ المومنۃ، رسالہ العبادات، رسالہ الحج والزیارت، رسالہ الاقتصاد الاسلامی، الزواج الاسلامی سعادۃ الدارین، الطلاق و توابعہ، الامور السیاسیۃ، علوم و احکام مستجدہ، شرح استدلالی علی وسیلۃ النجاۃ، کفایۃ المنطق، موجز الاصول الفقھیہ، شذرات فی علم الدرایۃ، جدول رجال الحدیث، ابر اعم الطیبہ عقیدہ و اخلاق، بین الشیعۃ والوھابیۃ، مناظرات سمیت ۵۵ سے زیادہ کتب شائع ہو چکی ہیں جبکہ متعدد کتب زیر طبع ہیں۔ آپ تفسیر القرآن اور لغت القرآن بھی مرتب فرما رہے ہیں۔

آپ کے مقلدین کی تعداد عرب ممالک، افریقہ اور یورپ میں زیادہ ہے البتہ ہندوستان اور پاکستان وغیرہ میں بھی آپ کے وکلا خدمات دینیہ سرانجام دے رہے ہیں۔ خداوند عالم حضرت آقائی طباطبائی کی عمر دراز فرمائے۔

یہ پہلی کتاب ہے جو کہ اردو زبان میں منظر عام پر آرہی ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ ذوالفقار علی زیدی صاحب نے فرمایا ہے جبکہ اشاعت میں مشہور سماجی و مذہبی رہنما حاجی نصر علی راجپوت صاحب اور علم دوست شخصیت نوجوان قومی رہنما برادر سید محمد آصف زیدی صاحب معاون ثابت ہوئے۔ خداوند عالم ان کی

توفیقات میں اضافہ فرمائے اور علمائے حق کا بول بالا فرمائے۔

(آمین!)

سید محمد عون نقوی خیرپوری

سربراہ ادارۂ تبلیغ تعلیمات اسلامی پاکستان

خطیب مسجد اقصیٰ، لیاقت اشرف کالونی

کراچی ایڈمنسٹریشن سوسائٹی، کراچی

فون : 6621410

اسلام کے انقلابی افکار اور حقیقی معارف کے ادراک کیلئے واحد ادارہ جو کہ سندھی اور اُردو زبان میں علوم محمدؐ و آل محمدؑ کی اشاعت کر رہا ہے۔

فہرست کتب

ہفت روزہ صدائے کربلا حیدرآباد

۱۔ غم کربلا
۲۔ ست معجزا
۳۔ نماز جعفریہ
۴۔ معجزو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام
۵۔ مظلوم شہزادی حضرت بی بی سکینہؑ بنت الحسینؑ
۶۔ معجزہ حضرت جناب سیدہ سلامہ اللہ علیہ
۷۔ میری نظر میں عزاداری کی شرعی حیثیت
۸۔ معجزو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
۹۔ معجزو حضرت علی علیہ السلام
۱۰۔ معجزو حضرت عباس عملدار علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

و باللہ سبحانہ نستعین و الصلواو السلام علیٰ محمد و آلہ الطاهرین

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب بدعتیں رونما ہونے لگیں تو عالم پر فرض ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس پر خدا کی طرف سے لعنت ہوگی۔

بیشک زندوں کی طرف سے مردوں کی مصیبتوں پر غم کا اظہار کرنا ایک پسندیدہ امر سمجھا گیا ہے اور عقلا اس کی تائید کرتے ہیں۔ خصوصاً دینی بزرگوں کا غم منانا جن کے ذکر سے دین کی بقا کا سامان فراہم ہوتا ہے اور ان کی سیرت حمیدہ کی طرف دعوت ہوتی ہے۔

رسالت عزا اور عزاداری کا ہراول

• حضرت ابی جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے عبداللہ بن ذبیان سے فرمایا: اے عبداللہ! مسلمانوں کی عیدوں، عیدالفطر اور عیدالضحیٰ میں سے کوئی دن نہیں آتا مگر یہ کہ خداوند عالم آل محمدؐ کے حزن و غم کی تجدید کرتا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا وہ کیسے۔ تو فرمایا: کیونکہ وہ اپنے حق کو دوسروں کے ہاتھوں میں دیکھتے ہیں۔

(الرسائل باب ۳۱، ص۱ العید)

آرزوئیں اور مصیبتیں

میں اور دوسرے تمام مخلص اسلامی کارندوں کی یہ خواہش ہے کہ خداوند عالم امت اسلامیہ کے سر پر علمائے دین کا سایہ برقرار رکھے جو ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں اور ان کے درمیان رونما ہونے والے مفاسد کی اصلاح کرتے ہیں۔

اسی طرح ہم سب یہ آرزو بھی کرتے ہیں کہ تمام علمائے اسلام مالی اور معاشرتی اعتبار سے ایک دوسرے کے احترام کو قائم رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان میں سے ایک گروہ تو کروڑوں میں کھیلے اور دوسرا محرومی اور تنگدستی کا شکار ہوں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض علما قید خانوں میں سر چھپائے بیٹھے ہیں جبکہ وہ بڑے متقی، معزز اور مخلص علماء میں سے ہیں۔ ہم علمائے کرام سے یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے سے محبت رکھیں اور ایک دوسرے کا دفاع کریں اور ان کی مظلومیت اور محرومی کے دوران ان کا ساتھ دیں اور ایک دوسرے کی لغزشوں سے چشم پوشی کریں۔

مجھے اور تمام مومنین کو اس کا شدید دکھ اور الم ہے کہ بعض ایسے افراد جو خود کو علمائے دین کہتے ہیں، انہوں نے امت کو ان کے حقیقی مسائل سے ہٹا کر جو ان کے لئے خطرناک اور مصائب کا باعث ہیں ایسے ضمنی مسائل کی طرف متوجہ کیا ہے جن کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ ہی ماضی کے علماء میں سے کسی نے ان پر اعتراض کیا۔ ملت کے حقیقی مسائل یہود اور ان کے ایجنٹ حکمران ہیں

کیونکہ یہودیوں نے افراد ملت جن کا خون بہا کر مصیبت میں مبتلا کردیا اور یہ حکمران یہودیوں کے ایجنٹ بن کر ان کے وسائل اور مقدسات کی توہین کرتے ہیں اور یہ علماء ایسے حکمرانوں کی مخالفت نہیں کرتے اور نہ ہی ان پر اعتراض کرتے ہیں۔

ان لوگوں نے امت پر شکوک و شبہات کے دروازے کھول دیئے اور انکے وجود یا وجود کے جواز پر کبھی توسب وشتم کے ذریعے اور کبھی شکوک و شبہات پیدا کرتے ہوئے کبھی مذاق اور مسخرہ کا بہانہ بنا کر ایک عجیب اصرار کے ساتھ مصروف ہیں۔

خدا کی قسم ہے آپ پر کہ ایسے افراد کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو ایسے لوگوں کا مذاق اڑاتے ہیں جو تاریخ کی بعض کتابوں کے ذریعے رسول پر سب وشتم کہے جانے کی مصیبت کو یاد دلاتے ہیں جو حضرت زہراؑ کی اس مصیبت کو یاد دلاتے ہیں کہ ان کا حق غصب کیا گیا اور گھر پر آگ لگانے کی دھمکیاں دی گئیں دروازہ گرایا گیا جس کی وجہ سے جنین سقط ہوا اور اس دروازے پر جمع ہوئے جس میں رسولؐ بھی بلا اجازت داخل نہیں ہوتے تھے۔

اسی طرح تمام معصومین علیہم السلام، امیر المومنینؑ سے لے کر آخری معصوم تک کی مصیبتوں کو بیان کرتے ہیں اور اس طرح کے دوسرے امور جسے خطبا بیان کرتے ہیں اور لوگوں کو ان مصائب پر رلاتے ہیں۔ تو ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ پرانے واقعات کو ہانکتے ہی رہتے ہیں جو گزرتے زمانے کے ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔

یعنی شیعہ و سنی مراجع اور خطباء جو ان مصائب کو بیان کرتے ہیں وہ گائے بیل کی طرح جگالی کرنے والے ہیں۔

تمہیں قسم ہے خدا کی! بتاؤ تم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہو گے جو مومنین کے ایک وسیع معاشرے پر شراب خوری کی تہمت لگاتا ہیں اور کہتے ہیں کہ "وہ اپنی دردمندی کا اظہار کرنے کے لیے شراب پیتے ہیں"۔

اسی طرح بڑی گستاخی کے ساتھ اہل بیتؑ کی مصیبتوں کا انکار کرتے ہیں کہ انہیں زہر سے شہید نہیں کیا گیا ہے۔ اپنے اس روش اور اسلوب سے وہ خاندان کے وجود کو ڈھانے پر تلے ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ لوگ عورت کو گھر سے باہر نکلنے کے لئے مرد کی اجازت لازمی نہیں جانتے اور لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اسی طرح احکام اسلام اور تاریخ اسلامی پر ظلم کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کے ایک گروہ نے ان کے ان خرافات کو جمع کر کے نشر کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ اگرچہ میں ان کا جمع کرنے والا نہیں اور نہ میں نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ لیکن دوسرا گروہ جو اپنے اسلامی اور ولائی عقیدے کی سلامتی اور اس کے تحفظ کا خواہاں ہے۔

مجھے بڑا افسوس ہے اور بہت بڑا دکھ ہوتا ہے کہ جب مومنوں کا کوئی گروہ ان شکوک پیدا کرنے والے افراد کے خیالات کو اہل بیتؑ کے واقعات کے بارے میں بیان کرتا ہے۔ حضرت زہراؑ کی مصیبتیں اور ان کے خانہ اقدس پر ہونے حملے کی نسبت یہودیوں یا ماسونیوں کے آلہ کاروں کی طرف دیتے ہیں جو اکثر مجالس، تقریروں، اشعار وغیرہ میں سنے گئے ہیں میں ان سے کچھ بھی یہاں نقل نہیں کروں گا کیونکہ یہ ایک فقہی شرعی رسالہ ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ لوگ ایسے افراد سے ایسی تعبیریں سنیں جو علمائے اسلام میں سے ایک ہو اور میں اس کی تردید نہیں کر سکتا کیونکہ یہ وہی شخص ہے جس نے اپنی آواز اور تصرفات کے ذریعے لوگوں کے منہ بند کر رکھے ہیں۔

فزکس کا ایک قاعدہ ہے کہ "ہر عمل کا ایک رد عمل ہوتا ہے جو اس کے برعکس ہوتا ہے اور اتنی ہی قوت کے ساتھ ہوتا ہے"۔

جب ایک عالم مومنوں کو گائے بیل اور گدھوں سے تعبیر کرتا ہے تو ان سے ایسی باتیں بھی سننے میں آتی ہیں اور وہ بڑی خوش بیانی کے ساتھ امام حسینؑ کے ذاکروں کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان پر صیہونی ایجنٹ ہونے کا تہمت باندھتے ہیں اور کھلے عام یہ کہنے لگتے ہیں کہ حسینؑ کسی قسم کے رونے دھونے کے محتاج نہیں اور یہی باتیں ہر منبر سے کہی جاتی ہیں تو یہ فطری ہے کہ ان پر بھی ایجنٹ ہونے کی تہمتیں لگتی ہیں اور مومنین کے درمیان اس جیسے واقعات نہیں جو کفار کے دامن میں پناہ لینے کا سبب بنتے ہیں چاہے ایسا کرنے والوں کا ارادہ ان کے کام کرنا ہو یا نہ ہو۔ میں یہاں پر آپ کو ایک حدیث شریف یاد دلاؤں جس کا مضمون یوں ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا "عنقریب آخری زمانے میں ایک عالم کے گھر کی طرف اسی طرح اشارے کئے جائیں گے جیسے ایک فاحشہ عورت کے گھر کی طرف کئے جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

معاف کرنا کہ میں خوش ہو کر حدیث نہیں لکھ رہا ہوں میں تو اس عالم دین کو صرف قربۃً الی اللہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنے پروردگار کے حضور توبہ وانابہ کرے اور اپنی اس روش کو ترک کرے۔ مومنوں کے شعائر دینی کو

اہمیت دے اور اسلامی کارندوں کے ساتھ تعاون کرے اور ان نعمتوں کی وجہ سے فریب میں مبتلا نہ ہو جائے کہ وہ دوسرے مومنوں کی نسبت اس سے زیادہ بہرہ مند ہے جن میں سے اکثر شرعاً فقرا اور مساکین کا مال ہے۔

کسی کی عزت اور عقیدے کے بارے میں گستاخی نہیں ہونی چاہیے

میں اپنے تمام بھائیوں، علمائے دین، خطباء اور اہل کلام چاہے وہ خود مجتہد ہوں اور خود فتوئ دیتے ہوں یا وہ فاضل علماء ہوں جو دوسرے مراجع کا فتوئ نقل کرنے والے ہوں تمام لوگوں کو فتوئ کے نقل کرنے میں احتیاط سے کام لیں۔ خصوصاً جب ایسے احکام کے بارے میں جو لوگوں کی آبرو سے متعلق ہوں اور گھریلو اور خاندانی زندگی میں رخنہ پڑتا ہو اور اخلاق کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو۔ جیسے خواتین کا بے پردہ باہر نکلنا اور لوگوں کو مائل ہونے کا موقع فراہم کرنا۔ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مشغول ہونے اور شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنے اور اس قسم کی دوسری آراء جن سے لوگوں کے اخلاق میں فساد واقع ہونے کا خطرہ ہو اور وہ لہو ولعب میں پڑنے کا احتمال ہو۔

اسی طرح عقائد سے مربوط امور جو شیعوں کے نزدیک مشہور ہیں اور ان پر فتاوئ بھی موجود ہیں اور تاریخ کے مختلف ادوار میں یہ رائے شاذ ہے کہہ کر تحقیق کے قابل نہیں سمجھے گئے ہوں۔ ایسی چیزوں کو بیان کرکے مومنین کے درمیان فتنہ پیدا کرے جیسے کہ ہمارے ائمہؑ کی عصمت کے بارے میں ان کے

مصائب ،ان کے فضائل اور ان کے مطلق علم اور آثار کائنات میں اور ان کے آثار شریعت میں اور خدا کے نزدیک ان کے مقام و منزلت کے بارے میں لوگوں کو دیوانگی اور دشمنی میں چھوڑ دینا۔

پس اگر کوئی شخص کوئی ایسی بات سنے جو ہمارے علماء کے درمیان متعارف کے بر خلاف ہو تو اس پر کچھ لازم نہیں بلکہ وہ اسے ترک کرے اور چھوڑ دے کیونکہ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ہر جاننے والی چیز نہیں کہی جاتی ہے۔اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ تیرا بھائی تیرا دین ہے پس تم اپنے دین کے بارے میں احتیاط کرو۔

نیز فرمایا: "جو بات زیادہ مشہور ہو اسے لے لو اور شاذ و نادر کو ترک کرو"۔

اسی طرح اس ضمن میں سید حکیم اعلی اللہ مقامہ نے اذان و اقامت میں امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ولایت کی گواہی کے بارے میں احتجاج کی خبر نقل کرنے کے بعد فرمایا:

جب تم میں کوئی شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے تو ساتھ ہی علی امیر المومنین بھی کہے۔انہوں نے مزید کہا ہے کہ آج کے زمانے میں تو ایسا کرنا شیعت کی نشانی اور ایمان کا شعار قرار پایا ہے۔اس بنا پر شرعاً رائج ہے بلکہ بعض اوقات تو واجب ہو جاتا ہے میں اس آیت پر تمسک کرتے ہوئے کہتا ہوں:

ارشاد ہوا" لا خیر فی کثیر نجواھم الا من امر بصدقته او معروف او اصلاح بین الناس ......و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جھنم و ساءت مصیراً.

(سورۂ نساء آیت ۱۱۵)

"اے رسول ان کی اکثر سر گوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں مگر ہاں جو شخص کسی کو صدقہ دینے یا اچھے کام کرنے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے اور جو شخص اللہ کی خوشنودی کی خاطر ایسا کرے گا تو ہم اسے عظیم اجر عطا کریں گے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کسی دوسرے پر چلنے لگے تو جدھر وہ پھر گیا ہے ہم بھی اسی طرف پھیر دیں گے اور آخر ہم اسے جہنم میں جھونک دیں گے اور جہنم کیا برا ٹھکانہ ہے"۔

متوازن رسالت

ایک حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

نحن العلماء و شیعتنا المتعلمون و اعداء نا همج رعاع ینعقون مع کل ناعق و یمیلون مع کل ریح.

"ہم عالم ہیں اور ہمارے شیعہ متعلم ہیں اور ہمارے دشمن گھاس پھوس کی مانند ہیں جو ہر گلے ملنے والے سے گلے ملتے ہیں اور جہاں کی ہوا چلے اسی رخ پر چلتے ہیں"۔

میں اسی حدیث شریف کی بنیاد پر کہتا ہوں جو ضروریات تشیع میں سے ہے اور ان مضمون پر دوسری احادیث کے علاوہ ہے۔

اے وہ شخص جو فاضل ہے اور بعض احکام کی ادلہ تک بھی پہنچا ہے تم عالم نہیں ہو یعنی تم معصوم نہیں ہو کیونکہ عالم معصوم ہی کہلا سکتا ہے۔ تم صرف

ایک متعلم ہو اور آل محمدؑ کے دستر خوان علم کے دانے چننے والے ہو اور تمہیں قطعی علم حاصل نہیں کہ جن احکام اور آثار کو بھی دیکھ لو، کاٹ لو اور نفی کر ڈالو اس کا حقیقی معیار تو راسخون فی العلم ہیں جو معصومین علیہم السلام ہیں۔ تمہیں یہ حق حاصل نہیں کہ اس طرح لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرو اور جو کچھ بھی تمہیں پسند نہ آئے اس کی نفی کرنے لگو۔ عجب تو یہ ہے کہ تم اپنے بعض فتویٰ میں تو ایسے احکام کی نفی کرنے لگے ہو جو تمام زمانے میں جاری و ساری رہے ہیں۔

شعائر حسینی کے بارے میں علمائے دین کا اتفاق ہے اور چاروں ادلہ کی روشنی میں حسینی شعائر پسندیدہ قرار دیئے گئے ہیں۔ نص اور فتویٰ کی روشنی میں انسان کا اپنے آپ کو ایسا ضرر پہنچانا جو ہلاکت کا سبب نہ ہو مباح ثابت ہو جاتا ہے اور ادلہ یوں ہیں۔

۱: قرآن کریم

(۱) قرآن کریم کی آیات جو "شعائر اللہ" کے مفہوم کو لئے ہوئے ہیں یا "حرمات اللہ" کے نام سے ہیں جو سورۂ حج میں ہے۔ شعار وہ چیز ہے جو اللہ یا اس کے اولیاء کے ساتھ محکم رابطہ کی وجہ سے شعور پر اثر انداز ہو جاتے ہیں اور یہی تھا کہ حضرت یعقوب کے بارے میں سورۂ یوسف میں ارشاد ہوا "وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم" یعنی شدت غم میں ان کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی جبکہ یوسف زندہ تھے مگر آنکھوں سے اوجھل تھے۔ اللہ کے نبی کو اس کا علم بھی تھا جس کا صراحت کے ساتھ اظہار فرماتے تھے (واعلم ما لا تعلمون) مگر غم اتنا منایا کہ آنکھیں سفید پڑ گئیں۔

(۲) قرآن کریم میں بہت سارے احکام ہیں جن سے بدن میں زخم لگانے اور شدید تکلیف و مشقت برداشت کرنے کا حکم ملتا ہے یہ اس کے علاوہ ہیں کہ حضرت ابراہیم کو تو اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم ملا تھا۔

(سورہ صافات،۱،۲)

نیز آیت :اللّٰہ مبتلیکم بنہر فمن شرب منه فلیس منی.

(سورہ بقرہ آیت ۲۴۹)

خداوند عالم پانی کے نہر سے تمہاری آزمائش کرے گا جو اس میں سے پی لے گا وہ مجھ سے نہیں۔

نیز آیت :"باخع نفسك علی اثارھم"

(سورہ کھف آیت ٦)

جس میں رسولؐ سے ارشاد ہوا "اے رسولؐ! اگر یہ لوگ اس بات کو نہ مانے تو شاید تم مارے افسوس کے ان کے پیچھے اپنی جان دے ڈالو"۔

اسی طرح سورہ آل عمران کی آیت ۱۴۰ :" ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثله"۔

اگر (جنگ احد میں) تمہیں زخم لگا ہے تو ایسا ہی زخم (بدر میں) فریق قوم کو بھی لگا ہے۔

اسی طرح سورہ بقرہ کی آیت ۵۷ میں ارشاد ہوا ہے " فاقتلوا انفسکم فتاب علیکم"۔ یہاں توبہ کی قبولیت کو ایک دوسرے کی گردنیں مارنے پر منحصر رکھا گیا۔

(۳) قران کریم میں موجود آیات توسل اور تمسک جیسے سورہ السرآء کی آیت

۵۷ : اولئك الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیله ایھم اقرب و یرجون رحمته . "یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ خود اپنے پرودگار کی قربت کے ذریعے ڈھونڈتے پھرتے ہیں"۔

یا سورہ مائدہ کی آیت کہ "اے لوگو! خدا سے ڈرو اور اس کے لئے وسیلہ تلاش کرو"۔

کسی کے غم میں اظہار غم کرنا، چاہے کسی بھی شکل میں ہو ان کے ساتھ تمسک رکھنے ان کی خوشنودی چاہنے اور ان کی اطاعت کرنے کی دلیل ہیں کیونکہ انہوں نے ایسا کیا ہے اور ہمیں اس کا حکم دیا ہے۔

ب : احادیث اس بارے میں بہت زیادہ ہیں :

(۱) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا "بے شک حسین کا دن (عاشورا) ہمارے زخموں کو تازہ کرتا ہے اور آنسوؤں کو رواں کرتا ہے۔ جس میں ہمارے عزیزوں کو کربلا کی سر زمین میں ذلیل کیا گیا اور ہمیں رنج و محن وراثت میں دیا گیا۔ یہی حسینؑ ہیں جس پر رونے والوں کو رونا چاہیے"۔

(۲) یہ تو واضح ہے کہ آنکھ کا زخم سینہ پر مارنے سے زیادہ ہے یا سر سے خون کا بہنا آنکھ کے زخم سے معمولی ہے۔ بلکہ جسم کے دوسرے تمام اعضاء کے زخم کی نسبت آنکھ کا زخم شدید اور خطرناک ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت امام زمانہؑ نے اپنے دادا حضرت امام حسینؑ پر اس طرح نوحہ کیا۔

یہ تو سابقہ حدیث سے بھی سخت تر ہے کیونکہ یہ قول اس امامؑ کا ہے جو معصوم ہے اور آپ کا کہنا سچ ہے۔ آپؑ نے اپنے آپ کو اجازت دی کہ آنکھوں

سے خون بہائے بلکہ اس غم میں موت کی تمنا کی۔

ہاں دو روایتیں ایسی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ امامؑ نے حسینؑ کی راہ میں لوگوں کو ہلاک ہونے اور مرنے کی بھی اجازت دی ہے۔

(۳) ان میں سے ایک زیارات کے باب کی ہے جو ساری معتمد کتب میں موجود ہے۔ کسی شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ اے فرزند رسول! ہمارے علاقے اور کربلا کے درمیان ایک سمندر ہے جس سے گزر کر ہمیں امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جانا پڑتا ہے اور بعض اوقات کشتی سمندر میں غرق ہو جاتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں اگر غرق ہو جائے تو سیدھے جنت پہنچے گی۔

نیز وسائل الشیعہ میں یوں ہے کہ اگر کوئی شخص سمندری جہاز کے ذریعے قبر حسینؑ کی زیارت کے لئے نکلے اور سمندر میں جہاز غرق ہو جائے تو ایک منادی ان کو ندا کرتا ہے کہ تمہارے لئے جنت مبارک اور گوارا ہو۔

(باب ۴۸، اعمال الحج)

(۴) ٹیکس والی روایت جسے متوکل لعین نے زائرین حسینؑ پر عائد کیا تھا۔ جو ہاتھوں کے قطع تک پہنچا اور اسے بھی بڑھ کر ہر دس میں سے ایک نفر کے قتل تک پہنچا اور ان تمام کا علم حضرت امام ہادی علیہ السلام کو تھا اور آپؑ نے کبھی بھی ایسے حالات میں امام کی زیارت سے رک جانے کو نہیں کہا۔ بلکہ ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپؑ نے مسلسل تاکید کی ہے کہ لوگ جا کر حضرت امام حسینؑ کی زیارت کریں۔

اسی مصیبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک مومن شاعر نے یوں کہا ہے : "اگر یہ لوگ ہمارے پاؤں اور دونوں ہاتھ کاٹ ڈالیں تو بھی اے میرے مولا حسینؑ ہم گروہ در گروہ ہو کر آپ کی زیارت کے لئے آئیں گے"۔

مرجع دینی کبیر شیخ خضر شلال اعلی اللہ مقامہ نے اسی بنیاد پر فتویٰ دیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ بعض اوقات ان نصوص سے جو ان کی زیارت کے جواز کے بارے میں روایت کی گئی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ چاہے جان کا خوف ہو تب بھی آپؑ کی زیارت جائز ہے۔ ان کی مصیبت پر رونا اور غم منانا، طمانچے مارنا یا کسی بھی صورت کیوں نہ ہو چاہے اس طرح کرنے سے موت کا یقین کیوں نہ ہو جائے کہ کسی ضرر اور نقصان کے خوف سے ترک کیا جائے جو اکثر لوگوں کے نزدیک ہے۔

یہ فتویٰ حقیقت کے بالکل قریب ہے لیکن میں احتیاط کرتے ہوئے اسے لازمی قرار نہیں دیتا اور اس کی اجازت نہیں دیتا ہوں جس سے موت کے واقع ہونے کا یقین ہو۔

ہاں اگر کوئی شخص مروجہ عزاداری کے انداز میں عزاداری کرے اور کسی مرض کی وجہ سے اس کی موت واقع ہو جائے تو اس کے ذمے کچھ بھی نہیں بلکہ وہ عنداللہ اجر و ثواب کا حقدار قرار پائے گا لیکن میں نے اپنی پوری زندگی کے دوران کسی ایک عزادار کو بھی طمانچے، زخم یا اس کی کسی قسم کے کسی سبب سے مر گیا ہو نہیں دیکھا ہے۔

(۵) حضرت امام زمانہؑ ہی سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا : ان

لوگوں نے تو آپؑ کو قتل کیا، اسلام کو قتل کیا، انہوں نے نماز اور روزوں کو معطل کیا اور سنتوں اور احکام الٰہی کو توڑ دیا۔

(۶) دعائے ندبہ میں ہے جو ہماری معتمد کتب میں مذکور ہے اور ہزاروں مراجع میں سے کسی ایک نے بھی اس پر شک وشبہ نہیں کیا ہے۔ جس میں امامؑ نے فرمایا:

"حضرت محمد ﷺ اور حضرت علیؑ کے اہل بیتؑ کے پاکیزہ کردار افراد پر رونے والوں کو رونا چاہیے اور ان پر ندبہ کرنے والوں کو ندبہ کرنا چاہیے اور ان جیسے افراد کے مصائب پر آنسو بہانا چاہیے اور فریاد کرنے والوں کو فریاد کرنا چاہیے اور نالہ وشیون کرنے والوں کو نالہ وشیون کرنا چاہیے اور گریہ وزاری کرنے والوں کو گریہ وزاری کرنا چاہیے"۔

کیا حسینی جلوس میں گریہ وفریاد، نالہ وشیون اور چیخ وپکار کے علاوہ بھی کچھ ہوتا ہے نہیں بلکہ اقل پر اکتفا ہوتا ہے غور کریں۔

(۷) نیز اسی زیارت ناحیہ میں ہے: "کیا کوئی میرا مددگار ہے جس کے ساتھ مل کر گریہ وزاری کروں۔ کیا کوئی فریادی ہے جس کی فریاد میں اس کی مدد کروں۔ کیا کوئی اور آنکھ ہے جس کی آنکھ میں خس وخاشاک ہو تو میں اس کی اس بے چینی میں ساتھ دوں"۔

یہاں تو ایسے گریہ وفریاد کا ذکر ہے جو ہمارے جلوس عزا میں کمتر ہوتا ہے۔

(۸) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "دو خواتین اہل

بیتؑ نے گریبان چاک کئے منہ پر طمانچے مارے ۔ اسی طرح ان (حسین بن علی) کے غم میں تم بھی گریبان چاک کرو اور طمانچے مارو"۔

(جامع احادیث الشیعہ ج ۳ ص ۴۹۲)

حنان بن سدیر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابا عبداللہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا جس نے ماں، باپ، بھائی یا کسی رشتہ دار کے غم میں گریبان چاک کیا تھا تو آپؑ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں کیونکہ موسیٰ ابن عمران نے بھی اپنے بھائی ہارون کے غم میں ایسا کیا تھا۔

یہاں تو یہ صراحت ہے کہ گریبان چاک ہوا ہے۔ پس مومنوں پر لازم ہے کہ شعائر حسینی میں اس شعار کو زیادہ سے زیادہ رواج دیں۔

(۹) جیسا کہ حضرت موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون کی موت پر کیا۔

(۱۰) جیسے کہ حضرت امام عسکری علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام ہادیؑ کی موت پر کیا۔ ملاحظہ ہو: جال کشی ص ۴۷۹، البحار ج ۵۰، ص ۱۹۱ اور کفایۃ الاحکام مقصد خاص، ص ۲۳۔

(۱۱) صحیح سند کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا مجھے میرے پدر بزرگوار (امام محمد باقرؑ) نے فرمایا "اے جعفر میرے مال میں سے اتنا مال (ایک روایت کے مطابق ۸۰۰ دینار) وقف کرنا تاکہ دس سال تک منیٰ میں میرے لئے نوحہ وندبہ کیا جا سکے۔ جیسے اصول کافی میں ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایک دینار آج کے ۴.۵۷ گرام سونے کے برابر ہے جو آج کے نرخ کے مطابق شام کے دو ہزار لیرہ اور پاکستانی

تقریباً دو لاکھ روپے کے برابر ہے۔

آپ ملاحظہ کریں کہ معصوم امامؑ اتنی کثیر رقم اہل بیتؑ کی مصیبتوں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے اور ان پر نوحہ کرنے کے لئے وقف کرتے ہیں۔

(۱۲) ابی حمزہ ثمالی کہتا ہے کہ وہ ایک دفعہ حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اے فرزند رسولؐ! قتل ہونا آپؑ کی عادت اور شہادت آپؑ کے لئے خدا کی طرف سے کرامت ہے۔ تو آپؑ کا گریہ و بکا اس قدر کیوں ہے۔ آپ کا یہ گریہ کہیں آپؑ کو ہلاک نہ کردے (اس وقت امامؑ نے جو جواب دیا وہ سب کو معلوم ہے)۔

(۱۳) توابین کے بارے میں کتب تواریخ میں ہے کہ اپنے سروں پر مارتے ہوئے غم حسینؑ میں سراپا غم و حزن کی تصویر بنے ہوئے اور اپنی کوتاہی پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے جہاد کے لئے نکلے اور حضرت امام زین العابدینؑ کی خدمت میں پہنچے مگر امام نے ایسا کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

(۱۴) حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپؑ نے اپنے سر اقدس کو اونٹ کے پالان کی لکڑی پر مارا جس کی وجہ سے سر اقدس پر زخم ہوا اور چادر کے پار خون نظر آیا اگر آپ یہاں پر یہ کہہ دیں کہ حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا غیر معصوم ہیں اور آپ کا فعل ہمارے لئے حجت نہیں بنتا تو میں کہوں گا کہ

اول تو یہ کہ عدالت کا کمال حاصل کرنا عصمت ہے۔ جہاں انسان صاحب کرامت بن جاتا ہے چاہے نبوت یا امامت ملے یا نہیں اگر اس منزل کے

ساتھ نبوت امامت بھی ہے تو یہ عصمت کبریٰ ہے اور اگر نبوت وامامت نہیں ملی ہے تو یہ عصمت صغریٰ ہے۔ پس حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا عملی اعتبار سے معصومہ تھیں۔ اسی لئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ کہہ کر اس کی گواہی دی "یا عمہ! انت عالمہ غیر معلمه و فهمة غیر مفهمه"۔

پھوپھی جان! آپؑ پڑھے لکھے بغیر عالمہ ہیں اور فقیہہ نہ ہوتے ہوئے فقہ جانتی ہیں۔

ہر صاحب کرامت معصوم ہے

آپؑ (حضرت زینبؑ) معصومینؑ کے ساتھ ہونے کی وجہ سے آپؑ کے افعال ہمارے لئے حجت ہیں۔

دوسرے یہ کہ امامؑ نے آپؑ کے فعل کی تقریر کی ہے منع نہیں فرمایا ہے۔

اگر آپ یہ کہیں کہ امامؑ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ امامؑ نے مطلق منع نہیں فرمایا۔ صرف کربلا میں ایسا کرنے سے منع فرمایا تھا، عوام الناس کی غیر موجودگی میں صرف دشمنوں کے سامنے جب آپؑ نے انہیں لوگوں کے درمیان آتے ہوئے دیکھا کہ آپ کے جسد اطہر کی طرف بڑھی جارہی ہیں جو ریگ کربلا پر خاک وخون میں لتھڑا ہوا تھا۔ اس منظر اور شدت غم نے آپ کے دل کو تڑپا دیا۔ اس لئے انہیں ان کے نانا اور بابا کی قسم دی کہ واپس خیمے میں جائیں۔ اہل وعیال اور بچوں کو جمع کرے اور اپنے گریبان کو چاک نہ کرے اور

نہ ہی چہرے پر طمانچے ماریں یہ کہتے ہوئے آپ خاموش اور پر سکون ہوئے ۔ کہا ایک ایسے مرحلے میں کہ آدمی سکوت کرے اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے اور مستقبل میں آخری لمحوں میں یہ چیخ و پکار اور باتیں ایسے آگ بگولہ لوگوں کے درمیان کیسے ممکن ہے۔ آپ کا کیا فیصلہ ہے۔

اب اگر کوئی مطلق طور پر امامؑ کا یہ حکم سنے اور نہ رکے تو یہ فاسق ہی ہو سکتا ہے۔

کیا تمہاری یہ جرات ہو سکتی ہے کہ فقیہ آل محمدؐ کے بارے میں زبان کھولو۔

(۱۵) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے بارے میں روایت ہے کہ آپ جب بھی پانی پینے کے لئے اٹھاتے تو اتنے روتے کہ آنسو نکل کر پانی کے برتن میں گرنے لگتے تھے جیسے کہ جلا العیون میں لکھا ہے۔ ان احادیث سے بھی تقویت ملتی ہے۔

اگر آپ یہ کہہ دیں کہ یہ اخبار ضعیف ہیں تو میں کہتا ہوں اول تو یہ ضعیف نہیں ہیں کیونکہ گریبان چاک کرنے کی احادیث مکرر اور صحیح ہیں اور قواعد روایت کے مطابق عالی ہیں جو حضرت امام موسیٰؑ اور حضرت امام عسکریؑ سے بھی مروی ہیں۔

اسی طرح گریہ و بکا کی احادیث حضرت حجتہؑ اور حضرت امام صادق علیہ السلام سے بھی مروی ہیں جس میں گریہ و بکا کا ذکر ہے۔ خود سورہ یوسف میں آنکھوں کے سفید ہونے ،اندھے ہونے یا ہلاکت سے دوچار ہونے کا ذکر قرآنی

نص سے ثابت ہے جبکہ ان کے فرزند زندہ تھے۔ ان کے غم میں آنکھوں سے خون بہا تو ایک مظلوم اور مقتول کے غم میں خصوصاً جس کے اہل بیتؑ جو حقیقت میں اہل بیت رسولؐ ہیں جنہیں شریر اور کمینے لوگوں نے اسیر بنایا۔ لہذا نبی اکرمؐ اور اس کے اہل بیتؑ پر گریہ و بکا اپنی تمام کیفیتوں کے ساتھ ضروریات مذہب میں سے ہے۔

دوسرے یہ کہ فقہا کے درمیان ان حدیثوں کی شہرت مشہور ہے۔

یہ حدیثیں شہرت کے ساتھ محدثین کی معتمد کتب میں بھی موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک کامل الزیارات ہے جس کی آیت اللہ الخوئی نے تصحیح کی ہے اور یہ حدیث بھی اس میں موجود ہے ”اسے لے لو جو تمہارے فقہاء کے درمیان شہرت پا چکی ہو“۔

اور تیسرے یہ کہ اس حدیث پر عمل شہرت کی بنا پر ثابت ہے۔ ”من بلغه ثواب علی عمل فعمل به اوتیه و ان لم یکن کما بلغه“ جس کسی کے پاس کسی عمل کے ثواب کی خبر پہنچی اور اس نے وہ عمل بجالایا تو اس کا ثواب اسے دیا جائے گا چاہے اس طرح بجانہ لاسکے جیسے اس تک پہنچا ہے۔ یہ واضح ہے کہ لزومی امور صرف واجب اور حرام اعمال ہیں رہے مستحبات، مکروہات اور تاریخی امور جن کی اگر اصل ثابت ہو جائے تو اس کی فروع کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ ان کے لئے صحیح سند کی حدیث ڈھونڈھی جائے بلکہ یہ امور تاریخی ہوتے ہیں اور یہ فتویٰ کے مقام پر نہیں ہوتے کیونکہ یہ حسی امور میں سے ہیں نہ کہ حدسی امور میں سے۔ پس جو چاہے اس کی تصدیق اور پیروی کرے تو اس کے لئے مجتہد سے

کوئی تعلق نہیں۔ہاں اگر کسی حکم شرعی کو ثابت کرنا ہو چاہے مستحب ہی کیوں نہ ہو تو صحیح السند خبر کی ضرورت پڑتی ہے چاہے ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے کہ ہم نے کہا ہے اور اگر مباح مرحلہ درپیش ہے تو صرف حلیت کا قاعدہ اور سماحتہ شرعیہ ہی کافی ہے اور اس کے مخالف کو دلیل لانے کی ضرورت ہے اس پر غور کریں۔بہر حال جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شجاعت ثابت ہو گئی تو اس کی فروعات خود بخود ثابت ہوں گی چاہے ایک ضعیف خبر کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو۔اب محدثین اور فقہا اس کی سند کی تلاش و تحقیق نہیں کرتے۔

اسی طرح اہل بیت علیہ السلام کے مصائب اور غم و حزن نیز دشمنوں کی پستیوں ،دشمنیوں اور حقارتوں کو ثابت کیا ہے۔اسی طرح فقہاء نے ایک چھوٹی حدیث یا ضعیف سند سے بھی امور مستحب یا مکروہات کو ثابت سمجھا اور شرعاً اس کے استحباب یا کراہت کا فتویٰ دیا ہے۔

چوتھے یہ کہ احادیث شریف کو علم درایت میں چار پہلوؤں سے پرکھا جاتا ہے۔یعنی حدیث کی سند ،اس کے متن ،اس کی جہت اور اس کے نور سے، جیسے کہ بعض علمائے کرام ، مگر پہلے ہم احکام لزومی کی سند کو دیکھتے ہیں اور ہم اعمال لازمہ کے۔غیر سے چاہے سلبی ہوں یا ایجابی ہوں ان سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

ہم دوسرے پر متن کو دیکھتے ہیں اگر یہ واضح ، صریح اور احادیث مقدسہ میں ظاہر ہو تو تیسرے مرحلے میں ہم جہت کو ملاحظہ کرتے ہیں۔اگر ہم اسے اس کے مخالف پاتے ہیں جس پر مذہب عامہ اور ظالم سلاطین ہوں یعنی جب ہم

جہت کو بھی معتبر پاتے ہیں تو چوتھے مرحلے میں اس کے نور کو دیکھتے ہیں ۔یہ وہ اسلوب اور روش ہے جو اہل بیتؑ کے اسلوب کے موافق ہے۔ان کی سیرت اور مسلمانوں کے لئے ان کے دستوری تھیوری کے مطابق ہے۔اگر ایسا ہے تو ہم اس پر محکم اعتبار کرتے ہیں۔

میں اپنے تمام ان علماء و فضلا کو نصیحت کرتا ہوں جو اپنے اندر استدلال کی اہلیت رکھتے ہیں کہ وہ شکوک و شبہات پیدا کرنے والوں کا اتباع نہ کریں ۔یہاں تک کہ احکام لازمہ میں بھی جیسے یہ ابن غضائری جیسے لوگ ہیں جن کی زبان سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہا اور غلطی کرنے والوں کے قرائن کو روایت کی صف میں لا کھڑا کرتے ہیں۔

انہی میں سے ایک اہل بیتؑ کے ساتھ اتصال ان کی پوری تاریخ میں ایک مشکل کام رہا ہے اور ان سے دوری چاہے تقیہ کی وجہ سے ہو جو اس وقت حالات کے تحت لازمی تھا۔

پس جو بھی اپنی نیک نامی اور سعادت کے ساتھ ان کے ساتھ متصل ہو خصوصاً جب ان سے اکثر حدیثیں مروی ہوں تو ہم پر لازم ہے کہ اس کا احترام کریں اس کی کوششوں کی قدردانی کریں اور اس پر کم سے کم شک کریں اور جب اس کا نفاق اور جھوٹ ثابت ہو جائے تو وہ اس حکم سے خارج ہے۔یہ وہ عقلی طریقہ ہے جس کے بغیر مسلمانوں کے لئے آگے بڑھنا ناممکن ہے۔اسی بناء پر قرآن میں بھی کوئی ممانعت ہم نہیں پاتے کہ لوگوں کی بتائی ہوئی خبروں کو قبول نہ کریں سوائے فاسق کے جس کا فسق ثابت ہو گیا ہو۔

اس کے ساتھ یہ بھی اضافہ کہ اپنے شک کرنے کے اعلان کو منع کیا گیا ہے ائمہؑ کی احادیث میں انہی کا فرمان ہے ۔ ہماری احادیث مشکل اور مشقت میں ڈالنے والی ہیں۔ سوائے کسی نبی مرسل ، ملک مقرب یا نیک بندے جس کے دل کو خداوند عالم نے تقویٰ کے لئے آزمائش میں ڈالا ہو۔ پس ہماری کوئی حدیث پہنچے تو اگر تمہاری عقل اسے تسلیم کرے تو اسے لے لو ورنہ ہم پر ہی رہنے دو۔ خبردار اس کی تکذیب نہ کرنا کہ تم کفر کرنے والوں میں سے قرار پاؤ۔

حدیث جس نے ہمیں رد کیا اس نے ہمارے نانا رسول خداؐ کو رد کیا اور جس نے رسول خداؐ کو رد کیا اس نے اللہ کو رد کیا اور یہی اللہ کے ساتھ شرک کی حد ہے۔

عزاداری کے جواز پر اہل سنت کی ادلہ

اور یہ دلائل وہ ہیں جن پر شیعوں کا اتفاق ہے اور اس کو شیعہ صحیح مانتے ہیں اور اہم ہیں۔ اس لیے ہم اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ مخالفین کے لیے ثابت کریں چہ جائیکہ اپنے لیے ثابت کریں لیکن اس کے باوجود اہلبیتؑ کی چند احادیث اولیا کے مصائب پر خون بہانے کے بارے نقل کر رہے ہیں جو مذہب حقہ کی طرف سے اہلسنت اور دوسرے منکروں کے منہ بند کرنے کے لیے کافی ہیں۔

(۱) امام مالک نے موطا میں کتاب صیام کے باب کفارہ صوم کی حدیث ۶۳ میں لکھا ہے :

سعید بن میت سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی شخص حضور اکرمؐ کے پاس

آیا اور اپنے سینے کو پیٹا اور بال نوچے اور کہا کہ وہ ہلاک ہوا جو نیک کاموں سے دور ہوا۔ حضور اکرمؐ نے پوچھا کہ کیا واقعہ پیش آیا۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میں نے ماہِ رمضان میں بیوی کے ساتھ مجامعت کی جبکہ میں روزے کی حالت میں تھا۔ حضور اکرمؐ نے پوچھا کہ کیا تم ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ کیا تم اونٹ یا گائے حرم میں ذبح کر سکتے ہو؟ کہا کہ نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور اسی وقت ایک تھیلے سے کھجور نکالا اور کہا یہ لے لو اور اسے صدقہ کرو۔ اس نے کہا کہ یا رسول اللہؐ مجھ سے زیادہ محتاج اور کون ہے؟ حضور نے فرمایا کہ اسے لے جاکر کھاؤ اور روزے کی قضا کرو۔ یہاں اس بدو نے اپنے بال نوچے اور سینے کو پیٹا مگر حضور اکرمؐ نے منع نہیں کیا۔ تو حسینؑ کی مصیبت پر اس طرح کرنا اولیٰ ہے اور قتل حسینؑ اس بدو کے فعل سے زیادہ عظیم اور بڑا جرم ہے۔

(۲) مدارج النبوۃ مطبوعہ کانپور جلد دوئم صفحہ ۴۴ پر محدث حنفی عبدالحق دہلوی کی روایت کا اجمال یہ ہے کہ حضور اکرمؐ اپنے آخری مرض میں تھے۔ اصحاب موجود تھے اور حضرت بلالؓ آگئے۔ حضور اکرمؐ نماز کے لیے نہیں آئے۔ بلالؓ حضور اکرمؐ کے پاس گیا اور دیکھا کہ آپ بیماری کے درد میں ہیں۔ بلال روتے ہوئے حضرت عائشہ کے حجرہ سے نکلے جو حضورؐ کی بیماری کی وجہ سے غمگین تھے اور اس جلیل القدر صحابی نے اپنے سر کو پیٹا اور رسولؐ اس وقت زندہ تھے اور حسینؑ نواسۂ رسولؐ کی شہادت پر سر کو پیٹنا جبکہ ان کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور گھوڑے ڈروائے گئے، عورتیں قید کی گئیں تو ان کے غم میں منہ پر طمانچے مارنا کیسے حرام ہو؟

(۳) حضرت عائشہ ام المومنین نے رسولؐ کے غم میں فرش غم بچھایا اور چہرے پر طمانچے مارے۔ حضورؐ پر گریہ کیا۔ احمد بن حنبل نے اپنے مسند سے طبع مصر، ج ٦ ص ٢٧٦ میں کہا ہے کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ جب رسول اکرم ﷺ نے ان کے گھر میں جان دے دی۔ اس کے بعد میں نے آپ کا سر تکیے پر رکھ دیا اور میں نے اٹھ کر سینہ پیٹا اور عورتوں کے ساتھ مل کر منہ پر طمانچے مارے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے وفات پائی اور ان کے جسم پر کوئی زخم بھی نہیں آیا تھا تو پھر حسینؑ جن کے جسم پر اتنے زخم آئے، بدن پامال کیا گیا، جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے۔ ان کی اس مصیبت پر رونا اور پیٹنا کیسے حلال نہیں؟

(۴) حضرت اویس قرنیؓ نے اپنے دانت توڑ دیئے۔ تذکرۃ الاولیا فرید الدین عطار حنفی نے اس جلیل القدر صحابی اویس قرنیؓ کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ نیز لسان العیون اور سیرت طیبہ طبع حصہ جز دوئم صفحہ ۲۹۵ میں بھی لکھا ہے کہ انھوں نے واقعۂ احد کے بعد سنا کہ حضور اکرمؐ کے سامنے کے دانت شہید ہوئے ہیں تو اویس قرنی نے اپنے سارے دانت توڑ دیئے۔ اس کی نسبت بالوں کا نوچنا آسان ہے۔ یہ چیزیں ٹھیک ہو سکتی ہیں مگر دانت اپنی جگہ واپس نہیں لگ سکتے۔ اسی طرح دانتوں کا درد بھی سینہ پیٹنے سے زیادہ ہے۔ یہ تکلیف رسولؐ کے ایک دانت کے شہید ہونے کی خبر پر برداشت کی اور حسینؑ بضعۂ رسولؐ جن پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے، ان کا غم منانا کیسے جائز نہیں ہو سکتا۔

(۵) اہلبیت علیہم السلام کی عزاداری :مدارج النبوت طبع کانپور محدث دہلوی، صفحہ ۱۶۳ میں لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جب حضرت حمزہ اور شہدائے احد کو دیکھا تو اپنے سر کو پیٹا اور چیخیں مارتی ہوئی گھر سے نکلیں اور احد میں پہنچیں اور اس فعل کو رسول اکرمؐ نے دیکھا اور خاموش رہے اور فاطمہ نے کوئی غلطی نہیں کی۔ ان کی خوشنودی رسول خدا کی خوشنودی اور ان کا غضب رسول خدا کا غضب ہے۔

(۶) حضرت ام سلمہؓ کے پاس حدیث قارورہ (شیشی) جسے رسول اکرمؐ نے حضرت ام سلمہ کے پاس رکھا۔ اس میں تھوڑی سی مٹی رکھ کر کہا کہ جب میرا بیٹا حسینؑ شہید ہوگا تو یہ مٹی تازہ خون میں تبدیل ہوگی اور حضرت ام سلمہ نے جب مٹی کو خون میں تبدیل ہوتے دیکھا تو مجلس غم برپا کی اور حضور اکرمؐ نے بھی حسین علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر ہی جبریل کے ساتھ مجلس غم برپا کیا جسے صواعق محرقہ اور صحاح ستہ میں لکھا ہے۔

تیسری دلیل اجماع شیعہ

تمام علمائے اسلام اور مراجع مسلمین جو دنیا میں اسلام کی نیک نامی چاہتے ہیں اسی وقت سے جب سے شعائر حسینی کا مسئلہ وجود میں آیا ہے اور شیعیت نے ابھی سانس ہی لینا شروع کیا تھا اور یہ عہد شیخین وسیدین طاب ثراہما سے شروع ہوتا ہے یعنی تقریباً ایک ہزار سال کا عرصہ ہے۔ اس پورے عرصے میں تاحال تک تمام علمائے کرام کا اس مسئلے میں اجماع ہے اور مجتہدین میں سے کسی ایک نے

بھی شعائر حسینی کو بجالانے سے منع نہیں کیا ہے۔

جو شعائر آج کل رائج ہیں اسی زمانے سے مرسوم ہیں بلکہ سر کا پیٹنا تو حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور توابین کے عمل سے ثابت ہے جیسا کہ بحار الانوار ج ۴۵ میں ہے کہ واقعہ کربلا کے دو سال بعد ظہور ہوا۔

ہاں اس لئے تاکہ بعد کے زمانوں میں زیادہ سے زیادہ پھیلے اور میں یہی وصیت کرتا ہوں کہ یہ شعائر جو موجود ہیں یعنی گریبان چاک کرنا، گریہ و چیخ و پکار اور خون کے آنسو رونا وغیرہ میں جہاں تک ممکن ہو اضافہ کیا جائے۔

مگر زمانے کے بدلے تیور دیکھئے کہ علماء میں سے ایک گروہ ایسا پیدا ہوا ہے چاہے مجتہدین ہوں یا نہیں ہوں۔ انہوں نے فوراً ہی کسی علمی دلیل کے بغیر ہی اس کی حرمت پر فتویٰ دیا جس پر کوئی قرینہ بھی موجود نہیں۔ قدیم و جدید اجماع کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات نادر طور پر یہ پوچھا جائے کہ اگر یہ امور گریبان چاک، گریہ و فریاد، سینہ کوبی اور منہ پر طمانچے وغیرہ مارنا اگر مستحب یا پسندیدہ ہے تو فقہا اور مفتی حضرات بہ نفس نفیس ایسا کیوں نہیں کرتے۔

میں کہتا ہوں کہ ہم تمہارے سوالات کو تمہاری طرف ہی پلٹ دیتے ہیں۔ کیا کسی شخص کے لئے یہ مستحب نہیں کہ صبح سویرے اپنے گھر کے دروازے کے سامنے پانی چھڑک کر صفائی کرے۔ ایسا کرنا کس قدر پسندیدہ ہے کہ جلب رزق کا باعث بھی قرار دیا گیا ہے۔ یہ کام اتنا مستحب ہوتے ہوئے ایک مرجع بہ نفس نفیس یہ کام کیوں نہیں کرتا تاکہ یہ ثواب خود اسے حاصل

ہو جائے۔

اسی طرح معصومین علیہم السلام کے صحن مبارک مزار اور اردگرد کی گلیوں کو دھونے اور صاف کرنے کا کتنا ثواب ہے تو تمام مراجع اس ثواب کے کام میں خود کیوں نہیں کود پڑتے تاکہ انہیں ثواب ملے۔

حلی کا جواب یوں ہے ایک حقیقی عالم پر لازم ہے کہ وہ اپنی شخصیت کا خیال رکھے۔ یہاں تک کہ بعض مستحبات کو ترک کرنے اور مکروہات کو بجا لانے سے ہی کیوں نہ ہو۔ اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ لزومی مورد نہیں اسی طرح شعائر حسینی بھی ہیں۔

اگر آپ یہ کہہ دیں کہ آقای الخوئی نے اسے منع کیا ہے۔

میں کہتا ہوں ہرگز ایسا نہیں ہے۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے، وہ ایک مکتوب کی صورت میں موجود ہے اور کتب میں ثبوت کے طور پر موجود ہے۔ میں نے طویل عرصے تک فقہاء کے فتاویٰ جمع کیے ہیں۔ ہاں کہا جاتا ہے کہ ان کا آخری فتویٰ منع پر ہے۔ مگر منع بھی مبنائی ہے اور مطلق منع نہیں ہے۔ جبکہ بعض تنظیموں کے وابستہ افراد بڑی اصرار کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ لوگوں کی ایک جماعت ان شعائر کا مذاق اڑاتی ہے کیونکہ شعائر حسینی لے کر عزادار جس ہیئت سے نکلتے ہیں تو دوسرے مذاق اڑاتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا جو چیز مسخرہ اور مذاق کا موجب ہے وہ ممنوع ہے۔

اس کا جواب یوں ہے: اول تو یہ کہ ہم نے عراق، ایران اور لبنان وغیرہ میں فقہاء میں سے کوئی بھی ایسا نہیں دیکھا جو شعائر حسینی کو عقلا اور دینداروں

کے ہاں مسخرہ یامذاق کا سبب سمجھتے ہوں۔

دوسرے یہ کہ مبنائی فتویٰ میں فقیہ یہ دیکھتا ہے کہ اگر حکم شرعی پر مبنی ہو تو اس عالم کا مقلد اس پر عمل کرتا ہے۔

جیسے جبیرہ والے کا بعض فرائض کی ادائیگی کے لئے تیمّم کرنا کسی فقیہ کے ہاں باطل ہے تو اس عالم کا مقلد اسی کے مطابق عمل کرے گا اور نماز کو دوبارہ پڑھے گا۔

اگر فتویٰ موضوع پر مبنی ہو جسے وضع کے اعتبار سے وضو کے پانی کے نجس ہونے پر نماز کا باطل ہونا تو یہ اس عالم کا فتویٰ نہیں ہے۔ اس لئے اس سلسلے میں اس کے خبر دینے والے کی طرف رجوع کیا جائے گا اور تحقیق کی جائے گی۔ اسی طرح یہاں بھی آقای السید الخوئی خبر دینے والے سے پوچھیں گے کہ اس کے دعویٰ کے مطابق یہ مذاق اور مسخرہ کن چیز سے حاصل ہوا۔

بلکہ ہم تو اس کے بالکل برعکس دیکھتے ہیں کہ پورا عراق عاشورا کے دن گریہ و بکا، سینہ کوبی اور ماتم وحزن کا نمونہ بن جاتا ہے۔

اسی طرح ایران، لبنان وغیرہ میں شیعہ مسلمان ہوں یا سنی مسلمان بلکہ نصاریٰ اور دوسرے مذاہب والے بھی جنہیں ہم اپنی آنکھوں سے پوری عمر کے دوران دیکھتے چلے آئے ہیں سب غم مناتے ہیں۔

ہاں بعض دوسرے مراجع سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ان شعائر اور خصوصاً قمہ زنی (تطبیر) کو منع کیا ہے۔

اس کا بھی جواب یہ ہے کہ یہ منع صرف مبنائی ہے۔ کسی خاص بنیاد کی وجہ

سے ہے اور مبنی کبھی مسلم نہیں ہوتا بلکہ مسلم خلاف ہوتا ہے جیسے کہ ذکر گزر گیا۔

امام خمینی

اگر آپ کہیں کہ امام خمینی قدس سرہ نے ان سے منع کیا ہے اور وہ ایک مسلم مجتہد ہیں کیا یہ اجماع کو ختم نہیں کرتا۔

میں کہتا ہوں ہرگز نہیں انہوں نے کبھی بھی شعائر حسینی کو منع نہیں کیا ہے نہ تو خصوصی طور پر اور نہ ہی عمومی طور پر۔ بلکہ ان فتویٰ میں بھی دوسرے تمام مراجع کی طرح جو شعائر حسینی کے متعلق ہے مشہور ہے بلکہ بہت ساری تصریحات بھی ہیں کہ "ہم نے تو طاغوت کے مقابلے کے لئے شعائر حسینی کو ہی استعمال کیا ہے۔ بے شک محرم الحرام اور عاشورا کا دن ہماری آزادی کا مرکز قرار پاتے ہیں"۔ آپ کے ان الفاظ پر غور کریں۔

ہاں انہوں نے جنگ کے سالوں میں سے کسی ایک موقع پر یوں فرمایا تھا "قمہ در وضع حاضر صلاح نیست" موجودہ حالات میں قمہ زنی کرنا مناسب صلاح نہیں ہے۔ آپ نے صرف اس قدر فرمایا ہے کہ ایران کے موجودہ حالات کے پیش نظر قمہ زنی کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ ایک جزئی معاملہ ہے اور اس کے اسباب اور وصاع بھی جزی ہیں بلکہ ان سالوں میں بھی لوگوں نے قمہ زنی کی ہے اور تمام ایران میں جلسے، جلوس، ماتم کے ساتھ شعائر حسینی کے رسوم ادا کئے اور کسی بھی جگہ امام کے حکم یا کسی دوسرے کے حکم سے روکنے کی کوشش نہیں کی گئی

کیونکہ یہ ایک سو فیصد مظہری امر ہے۔ ائمہ علیہم السلام کے دشمنوں کے علاوہ کسی نے ممانعت نہیں کی ہے اور آج کے زمانے میں فضلا کا ایک گروہ منع کرنے لگا ہے۔

ہاں مومنین کے دشمن عناصر اور ناصبی عناصر جو اہل بیت علیہم السلام کے دشمن اور علماء کے قاتل ہیں۔ انہوں نے شعائر کی مخالفت کی ہے اور اس سے روکنے کی کوششیں کرنے میں جو جہالت کی سیاست کے اجزاء میں سے ہے اس طرح استعماری طاقتوں کی معاونت کر کے ان کا حق نمک ادا کرتے ہیں جو یہ چاہتے کہ لوگ نبی اکرمؐ اور ان کے اہل بیتؑ سے متعارف نہ ہو سکیں۔ جنہوں نے ظلم و فساد ختم کرنے کے لئے کوششیں کیں اور لوگوں پر ہونے والے مظالم سے انہیں بچایا۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

ولاتحسبن اللّٰه غافلاعمایعمل الظالمون انمایوخرهم لیوم تشخص فیه الابصار مهطعین مقنعی رؤسهم لا یرتد الیهم طرفهم وافتدنهم هواء.

(سورہ ابراہیم آیت ۴۳)

جو یہ ظلم کرتے ہیں خدا ان سے غافل نہیں وجہ یہ ہے کہ اس دن تک مہلت دیتا ہے جس دن لوگوں کی آنکھوں کے ڈھیلے خوف کے مارے پتھرا جائیں گے اپنے اپنے سر اٹھاتے بھاگے چلے جا رہے ہیں ٹکٹکی بندھی ہے ان کی طرف ان کی نظریں نہیں لوٹتیں اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہیں۔

چوتھی دلیل عقلی

خداوند عالم نے انسان کو احساسات دیئے اور اس کے احساسات اس پر

مثبت اور منفی اثرات پیدا کرتے ہیں ۔ چیزوں کی عظمت اور حقارت دیکھنے کی وجہ سے یہ احساسات کسی شخص میں دوسرے شخص کی نسبت کم یا زیادہ ہوتے ہیں۔ پس ہر شخص اپنی تربیت اور غذا کے حلال یا حرام ہونے یا نطفے کی بناء پر اور جس معاشرے میں رہتا ہے وہاں اپنی رسوم ورواج اور سیرت، عادات کے مطابق علم و ثقافت کے مقدار کے مطابق قبول کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص اگر کسی کو دیکھتا ہے کہ وہ خون آلودہ ہے تو وہ اتنا اثر لیتا ہے کہ رات کو نہیں سو سکتا اور ایک دوسرا شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو کسی کو اس حالت میں دیکھے کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور سینکڑوں بچوں ، عورتوں کے اعضا اس کے سامنے کاٹ کاٹ کر الگ کئے جائیں تو بھی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ایسا ہے جیسا کہ کچھ بھی نہیں ہوا۔

ایک شخص تو صرف تقریریں سننا پسند کرتا ہے اور دوسرا اپنے لئے مطالعہ کا اہتمام کرتا ہے اور تیسرا شخص عملی طور پر تشبیہوں سے غم وحزن محسوس کرتا ہے اسے نہ تو تقریر اور نہ ہی تحریر متاثر کر سکتی ہے۔

پس ایک عاقل انسان پر لازم ہے کہ وہ شعائر حسینی کو معاشرے کے تمام طبقات کے لئے فراہم کرے ۔ ہر صنف کے لئے جو بھی زیادہ موثر رسم ہو اسی کے ذریعے اپنے غم وحزن میں اضافہ کرے۔

جس طرح سے لوگ اپنی غمی ، خوشی کے اسلوب اور اس کے مظاہرے میں آزاد ہیں ۔ جس کی حدیث شریف کے ساتھ مطابقت بھی ہے جیسے کہ ارشاد ہوا ”ہمارے شیعہ ہماری فاضل طینت سے بنائے گئے ہیں اور ان کا خمیر ہماری

ولایت کے نور سے تیار کیا گیا ہے جو ہماری خوشی کے دنوں میں خوش ہوتے ہیں اور غم کے دنوں میں غمگین ہوتے ہیں"۔

پس لوگوں کو بھی ان کے خوشی و غمی میں آزادی ہونی چاہیے کہ وہ اپنی دینی تعبیرات کے مطابق غم اور خوشیاں منائیں اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کو کسی ایسی بات پر ٹوکے یا روکے جو متفقہ طور پر گناہ ثابت نہیں۔

پس عقل اسے ترجیح دیتی ہے کہ مومنین اپنے ذاتی احساسات اور تاثرات جو ان کے طیب و طاہر ائمہ ہدیٰ پر ڈھائی جانے والی مصیبتوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کا آزادانہ اظہار کریں۔

تمام عقلا نے اس قسم کی آزادی کو ہر انسان کا حق سمجھا ہے اور اس کی حفاظت کی ہے اور اسلام تو تمام عقلا کی رہنمائی کرنے والا دین ہے اور شریعت مطہرہ میں یہ حکم ہے "الناس مسلطون علی اموالھم و انفسھم" لوگ اپنی جانوں اور اموال پر تسلط رکھتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ "لا تکن عبد غیرك و قد جعلك اللّٰه حرا"۔

خداوند عالم نے تمہیں آزاد پیدا کیا ہے تم کسی دوسرے کے غلام مت ہو۔ میں تمام علمائے کرام اور اسلامی معاشرے کے تمام خدمت گزاروں سے امید رکھتا ہوں کہ وہ لوگوں کو اپنے حال میں رہنے دیں اور ان کی انفرادی خصوصیات میں دخل دینا چھوڑ دیں تاکہ عزاداروں کا احترام باقی رہے۔ جو ان کے لیے مناسب اور شایان ہے۔

کیونکہ اگر آپ کسی شخص کو اس بارے میں منع کریں گے تو وہ آپ کی بات رد کرتے ہوئے کہے گا نہیں میں فلاں کی تقلید میں ہوں۔ پس اس وقت تمہیں اس کے مقلد کی مخالفت کرنے کا حق نہیں۔ خصوصاً جب وہ ایک عادل متقی مجتہد ہو۔ ذاتی اغراض کے لئے فتویٰ نہیں دیتا ہے۔

اسی لئے ایک پر حکمت مقولہ کہا گیا ہے کہ تم ایک شخص کو کب تک غلام بنائے رکھو گے جسے خدا نے آزاد پیدا کیا ہے۔

اصولی استدلال

عزاداری کے تمام مقدس شعائر میں برائت شرعیہ موجود ہے۔ (یعنی تمام چیزیں مطلق ہیں مگر یہ کہ جس کے بارے میں کہا گیا ہو) یا (ہر چیز تمہارے لیے حلال ہے مگر یہ کہ ان میں سے کسی چیز کے بارے میں حرام ہونے کا علم ہو تو صرف اسی چیز کو ترک کرو)۔

برائۃ شرعیہ ہی نہیں بلکہ برائۃ عقلیہ بھی موجود ہے کیونکہ کسی بھی مالک کو اپنے غلام کو کسی ایسے کام کے کرنے کی وجہ سے سزا دینے کا حق نہیں جسے اس نے منع نہیں کیا ہو۔ اب آپ دیکھیں کہ مالک حقیقی نے کب ان شعائر سے منع کیا ہے۔ یہ تو صرف چند گنے چنے لوگوں کے اوہام ہیں جو فطرت کے خلاف ہیں۔

اگر آپ یہ کہہ دیں کہ دوسرے ثانوی امور اسے منع کرتے ہیں چاہے ان شعائر کے بعض اجزاء جن کے بارے میں ان کا گمان ہے کہ یہ دشمنوں اور

دوسرے لوگوں کی طرف سے مذاق مسخرہ کئے جانے کا سبب بنتے ہیں تو ہم انہیں کیوں ترک نہیں کریں۔ تو میں یوں کہوں گا:

(۱) میں ان شعائر میں کسی قسم کے مذاق اور مسخرہ کے وجود کو نہیں مانتا یہاں تک کہ دشمنوں کی طرف سے بھی اس کا تصور نہیں بلکہ یہ تو مومنوں کے رعب و جلال اور ہیبت کا مظہر ہے۔ اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کا اپنے ائمہؑ کے ساتھ کس قدر رابطہ ہے۔

(۲) اگر واقعاً کہیں پر مسخرہ اور مذاق سمجھا جاتا ہو تو یہ اس مذاق اور مسخرہ سے بڑھ کر تو نہیں جو انبیاء، اولیاء اور دوسرے اسلام شعائر کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے۔

(۳) آپ کب تک تقیہ پر عمل کرتے رہیں گے۔ کیا اپنے بعض شعائر اور اعتقادات کو ترک کر کے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ آپ کے بارے میں دشمن خاموش رہے گا تو یہ آپ کی بھول ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے دوسرے وسائل ہیں جس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں۔ یاد رکھو بزدل اور ڈرپوک شخص جو تقیہ کی حالت میں رہے اس کے لئے رسوائی ہوتی ہے اور جو افراد صراحت اور جرأت کے ساتھ اپنے عقائد و نظریات اور شعائر کا اظہار کرتے ہیں ان کی مدد اور پشت پناہی کی جاتی ہے۔

جب بھی میری ملاقات اور بحث و گفتگو کسی دوسرے مسلم یا کسی دوسرے مذہب والے سے ہوئی تو میں نے شعائر حسینؑ کے بارے میں یہی بات کہی ہے کہ یہ شعائر ہی ہیں کہ شیعوں کے دلوں کو اہل بیتؑ کی حمایت پیدا کرتے ہیں اور

انہیں نصرت پر ابھارتے ہیں اور انہیں ظلم اور ظالموں سے نفرت کرنا سکھاتے ہیں اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے دلوں میں حسینؑ کی محبت کی حرارت کو باقی رکھتے ہیں۔ جب بھی میں نے یہ دلیل دی انہوں نے مانا اور تائید کی۔

ضرر حرام نہیں

اگر کہیں گے کہ نفس پر ضرر کا باعث ہیں جو حرام ہے۔ تو میں کہوں گا کہ

(۱) مطلق ضرر کے حرام ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اس پر ہمارے علما نے اجماع کیا ہے کہ وہ ضرر حرام ہے جو کسی کو ہلاکت یا کسی عضو کے ناکارہ ہونے کی حد تک پہنچے۔ اس سے مراد وہ مشقت اور تکلیف نہیں جو لوگوں کو کسب معاش یا کھیل کود اور تفریحی سرگرمیوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ فٹ بال اور اس جیسے بعض کھیل سارے بدن کے درد کا سبب ہوتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں کئی ہفتے آرام اور مسکن دواؤں کی ضرورت پڑتی ہے۔

اسی طرح بڑی بڑی وزن اٹھانے والی مشینوں پر کام کرنا اور بڑے جسیم آلات سے کام کرنا، اسی طرح لوہے، پتھر، اینٹیں بنانے اور روئی دھننے کی مشینوں پر کام کرنا، اگر مطلق ضرر حرام ہوتا تو ان تمام پر مشقت کاموں کا کرنا بھی حرام ہوتا۔

(۲) دوسرے یہ کہ اگر مطلق ضرر حرام ہوتا تو انبیاء، اولیاء اور اوصیاء جن کی زندگی ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے شدت غم میں ضرر اٹھانے سے گریز کرتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب اپنے بیٹے یوسف کی جدائی میں اتنے

روئے کہ آنکھوں کی بینائی چلی گئی اور ادھر یوسف اتنے روئے کہ آنسوؤں کی جگہ خون بہا، قریب تھا کہ مر جائیں۔ اسی طرح تمام ائمہؑ ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں کہ غم منائیں روئیں نالہ و شیون کریں اور گریہ و فریاد کریں۔

ضرر روزے کو باطل نہیں کرتا

اگر آپ یہ کہہ دیں کہ ضرر کیسے حرام نہیں جبکہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ روزہ جو ایک واجب فریضہ ہے اور اس کی وجہ سے کہیں ضرر کا یقین ہو تو روزہ ساقط ہے بلکہ رکھنا حرام ہے۔

تو میں کہوں گا کہ اگر معمولی سا ضرر ہو تو اس سے روزہ باطل نہیں اور نہ ہی روزہ رکھنا حرام ہے مگر اسی وقت جب ضرر اتنا بڑا ہو کہ کوئی مرض پیدا کرے جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے۔ اس کے علاوہ اگر روزہ دار کو سر درد ہو جائے یا کسی دوسرے عضو میں کچھ درد اٹھے یا بد ہضمی کا شکار ہو جائے جیسے کہ روزے کے ابتدائی دنوں میں اکثر ہوتا ہے جو کہ معمول میں شمار ہوتے ہیں اور کھانے پینے کے ٹائم ٹیبل میں فرق واقع ہونے سے اکثر رونما ہوتے تو کیا آپ کہیں گے کہ ایسی حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ اگر روزہ رکھا جائے تو باطل ہوگا۔ ہرگز نہیں بلکہ روزہ اسی طرح صحیح اور درست ہے جیسے مشقت اور تکلیف کے ساتھ صحیح ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا ضرر ہے۔ جیسے کہ آیت کریم میں ہے:

"وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيراً فهو خيراً له و ان تصوموا خير لكم".

اور جو لوگ طاقت نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں اور اگر نیکی میں اطاعت کرے تو اس کے لئے بہتری ہے اور اگر تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتری ہے۔

(سورہ بقرہ)

اس آیت نے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتوں کے روزے کے بارے میں وضاحت کی۔ نیز حاملہ عورت جو بچہ جننے کے قریب ہو یا دودھ پلانے والی عورت، پیاس کی بیماری والے افراد جن کا روزہ رکھنا عام طور پر مشقت کا باعث ہوتا ہے۔

نیز یہ بھی کہ روزہ ایک واجب عبادت ہے جسے اس کے معینہ ثابت شروط کے بغیر کسی اور چیز پر موقوف کرنا بھی صحیح نہیں۔ بر خلاف اظہار غم اور خوشی کے کیونکہ ان لوگوں کو آزادی حاصل ہے اور کوئی بھی ان میں کسی قسم کی قید نہیں لگا سکتا اور نہ تو اس پر کوئی دلیل ہے اور قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر آپ یہ کہیں کہ یہ لوگ اس طرح بہائے جانے والے اس خون کو مریضوں پر صرف کیوں نہیں کرتے جس سے جانیں بچ جائیں۔ میں کہتا ہوں اس میں کوئی حرج نہیں کہ مریضوں کی جان بچانے کے لئے خون دیا جائے جو ایک نیکی اور اچھا کام ہے۔ لیکن اس سے وہ ہدف پورا نہیں ہوتا جس کے لئے ماتمی حضرات خون بہاتے ہیں۔ عزادار اس طرح خون بہا کر اپنے ائمہ پر ڈھائے جانے والے مصائب کی وجہ سے مومنین کے دلوں میں حرارت پیدا کرتے ہیں جو طویل مدت سے لوگوں کو ظالموں کے تسلط سے بچائے ہوئے ہیں۔

اسی بنا پر اس واقعے کو بھلایا نہ جا سکا۔ جس طرح غدیر کے واقعے کو بھلایا گیا جس کی ایک لاکھ بیس ہزار صحابیوں نے گواہی دی تھی ۔ جسے ہزار کتابوں اور مصنفوں نے اپنی کتابوں میں لکھا تھا۔ اسے صرف شیعہ حوزہ ہائے علمیہ کے چند فضلا کے علاوہ کسی نے یاد نہیں رکھا۔ چہ جائے کہ عوام الناس اسے یاد رکھیں اور اس کی کیفیت اور گہرائی کو سمجھ جائیں۔

اس لئے میرے نزدیک حسینؑ کی عزاداری میں خون صرف کرنا اس سے زیادہ اہم اور عظیم ہے کہ اس کے بجائے کسی کی جان بچانے پر صرف کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ عزاداری میں خون بہانے سے انسان کو جو صحت اور عمر میں طوالت ہوتی ہے کسی کو خون دینے کی وجہ سے حاصل نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ اس طرح خون بہانے میں ایک خاص برکت بھی امام کے غم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات تجربے سے گزری ہے۔ جیسے کہ احادیث میں وارد ہے کہ سر پر زخم لگا کر ام راس سے خون نکالنا جو ناک کے نچلے حصے سے ایک بالشت اوپر واقع ہے۔ اسی کو حضور اکرمؐ نے "مفقذہ بامغیثہ" کہا ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ جو کوئی اس طرح خون بہائے گا تو اسے کسی دوا کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ نیز فرمایا یہ تمام بیماریوں کے لئے سوائے سام کے دوا ہے ۔ نیز فرمایا کہ حجامت سات چیزوں کے لئے دوا ہے : جنون ، جذام ، برص ، چھینک ، دانتوں کا درد ، مرگی اور آنکھوں کی بیماری ۔ اس بارے میں ملاحظہ ہو : وسائل باب حجامہ ، باب البیع والطب، البحار ، ج ۹۲، ص ۱۲۰، ج ۱۴، ص ۱۲۲۔ مستدرک الوسائل جدید ، ج ۱۳، ص

۸۰۔۸۶۔ مجمع الزوایہ، ص ۹۶۔ مستدرک حاکم، ج ۴، ص ۴۱۰۔ کنز الاعمال، ج ۱۰، ص ۹-۱۳۔

اگر آپ یہ کہیں کہ لوگ ایام محرم اور عزاداری میں جو کچھ کھانے پینے اور دوسرے وسائل میں خرچ کرتے ہیں فقرا اور مساکین پر کیوں خرچ نہیں کرتے۔ تو میں کہوں گا کہ کیا ان لوگوں کو کھانا کھلانا جن میں اکثر ضرورت مند ہیں فقراء کو کھلانا قرار نہیں پا سکتا۔ جو لوگ اس محدود سلسلے میں کام کرتے ہیں بجلی کا کام، شمع کو تیز کرنا، ذرائع آمد و رفت وغیرہ پر خرچ کرنا کیا فقراء اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کے زمرے میں نہیں آتا۔

دوسرے یہ کہ ایسے فقراء پر خرچ کرنا جن کا رابطہ اہل بیتؑ سے نہ ہو تو انہیں معرفت اور ائمہؑ مسلمین سے دور کرنے میں مدد دینا شمار ہوگا۔ اس لئے آپ اس میں معمولی سا غور و فکر کریں۔

"هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون انما يتذكر اولو الالباب.

(سورہ زمر، آیت ۹)

کیا صاحبان علم اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں یہ نصیحت صرف صاحبان عقل کے لئے ہے۔

قمہ زنی قدیم ہے

اگر آپ یہ کہہ دیں کہ ان شعائر پر ائمہ کے معاصر علماء یا ان کے بعد کے

علماء نے خود کیوں نہیں عمل کیا تو میں کہوں گا کہ عزاداری کی تاریخ اسی دن سے شروع ہوتی ہے جس دن نبی اکرمؐ نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دی تھی اور ایک شیشی میں مٹی دی تھی۔ جس دن وہ مٹی خون میں بدل گئی تو حسین کی بیٹی کے گریہ و بکا سے مدینہ لرز اٹھا اور اسی طرح اس کے بعد گروہ در گروہ آل محمدؑ کے موالیوں کی سیرت یہ رہی۔ اسی طرح حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے اپنا سر پیٹا اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اتنا روئے کہ آنکھیں سوجھ گئیں۔

میں یہاں اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتا۔ جب بھی کسی شیعہ کو تھوڑی سی آسائش حاصل ہو تو وہ ماتم حسینؑ کا فرش بچھاتے ہیں اور ان کے ائمہ پر ہونے والے مظالم بیان کرتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ توابین امامؑ کی شہادت کے دو سال بعد تک اپنے سروں پر تلواروں سے زخم لگاتے ہوئے اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے جس کا بیان گزر چکا ہے۔

دوسرے یہ کہ کسی شئے کے شرعی ہونے میں اس کے قدیم یا جدید ہونے کا کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ شریعت کے تحت جو حلال ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہے اور جو حرام ہے ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

عزاداری کی وجہ سے غنا اور اہل بیت پر سب و شتم ترک کیا

اگر آپ یہ کہہ دیں کہ یہ فعل لوگوں کی ہدایت کا سبب ہے یا ان کے فساد اور تفرقے کا باعث ہے؟

میں کہتا ہوں کہ یہ عمل ہدایت کے اسباب میں سے ہے۔ یہ نظروں کے سامنے کا واقعہ ہے کہ شام میں حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے ہمسائیگی میں کچھ لوگ بستے تھے اور وہ لوگ محرم کی ابتداء سے آخر تک اپنی شادیوں کا پروگرام رکھتے تھے اور اپنی شادیوں پر ایسے جاہلانہ گیت گاتے تھے جو سراسر حضرت علی امیر المومنینؑ، آپؑ کے فرزندوں، بیٹیوں اور اہل بیتؑ کے بارے میں گالی گلوچ پر مشتمل ہوتے تھے۔

جب سے عراقیوں نے آکر آباد ہونا شروع کیا اور مجالس عزا کی ابتداء ہوئی اور حکومت شام کے تعاون سے عزاداری کے جلوس نکلنے لگے تو فضا بدل گئی اور شادی کی محفلوں میں پہلے کے جیسے جاہلانہ کلمات یکلخت ختم ہو گئے اور تقریباً ۲۰ سال کے عرصے سے میں نے ایسا کوئی لفظ تک نہیں سنا۔

بلکہ ان مخالفین میں سے اکثر نے شیعت اختیار کی ہے اور بہت سارے نوجوان عزاداری کے حفاظتی دستوں میں شامل ہونے لگے ہیں۔

بعض آلات جن کے عزاداری میں حرام ہونے میں احتمال ہے

سوال: طبل، دف اور ڈھول وغیرہ کا عزاداری کی مجالس میں بجانا نص اور فتوئی کے تحت حرام ہے یا نہیں؟

جواب: ہرگز ایسا نہیں۔ یہ چیزیں مطلق حرام نہیں ہیں۔ ہاں یہ اس وقت حرام ہیں جب لہو و لعب اور رقص کے ساتھ استعمال ہوں اور نہ ہی مطلق طور پر مجالس میں شعر پڑھنا حرام ہے بلکہ تاریخ میں ان کے وقوع ہونے کی

مثالیں موجود ہیں۔ خود حضرت حضور اکرمؐ کی مدینہ آمد پر مدینہ کی بچیوں نے پڑھا

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعیٰ للہ داع

ایھا المبعوث فینا جنت بالامر المطاع

یا حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے طرماح نے حدی خوانی یوں کی تھی:

یا ناقتی لا تذعری من زجری

وأ بشری قبل طلوع الفجر

میں نے ان آلات کے اس حالت میں حرام ہونے کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیکھا بلکہ بعض فقہا نے اس کے جائز ہونے کی صراحت کی ہے اور اس کے بارے میں ہمارے استاد اور مرجع شیخ نائنی کے بعد بہت زیادہ فتاویٰ پائے جاتے ہیں۔

سوال: کیا میت کے غم میں منہ پر طمانچے مارنا اور بالوں کا نوچنا حرام اور کفارے کا موجب نہیں؟

جواب: اول تو یہ کہ ہمارے ہاں بالوں کا نوچنا حرام نہیں البتہ اس پر اس قدر کفارہ ہے جتنا قسم توڑنے پر ہے لیکن اس کا تعلق شعائر حسینی کے ساتھ بالکل نہیں۔

البتہ کسی مرد کا کسی مصیبت پر گریبان چاک کرنا حرام نہیں اور عورت کا منہ پر طمانچے مارنا اس کی مصیبت کے بقدر ہے مگر ہماری بحث اس پر نہیں ہم نے

تو یہ دستور اور حکم انبیاء اور اوصیاء سے لیا ہوا ہے۔

حضرت موسیٰ کو دیکھیں کہ اپنے بھائی ہارون کے غم میں گریبان چاک کیا اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے پدر گرامی کے غم میں گریبان چاک کیا۔

اگر یہ کہا جائے کہ اگر ایک عورت قمہ زنی یا زنجیر زنی کرنے والوں کے درمیان پردے کی رعایت کے بغیر اپنے چہرے پر طمانچے مارنے لگے تو کیا یہ مذاق کا باعث نہیں ہوگا۔ ہم کہتے ہیں نہیں، یہ مذاق کا سبب نہیں۔ تمہیں اس سے کیا ہے۔وہ تو غمگین ہے۔اس غم نے اسے آپے سے باہر کیا ہوا ہے۔

لیکن اس کا اس طرح مردوں کے درمیان ہونا جبکہ پردہ نہیں ہو تو یہ حرام ہے ۔اسے وہاں سے نکال کر عورتوں کے مخصوص حصوں میں بھیجا جائے جہاں وہ کسی حرام کے ارتکاب کے بغیر عزاداری قائم کر سکے۔

دوسرے یہ کہ یہ معاملہ جزوی ہے اور کوئی بھی جزوی مسئلہ کلی طور پر عمومی مسئلہ کے حرام ہونے کا باعث نہیں بنتا کیونکہ کسی خاص حالت میں ایک جزوی خطا کلی کے حرام ہونے کا سبب نہیں بن سکتا۔

اگر آپ یہ کہہ دیں کہ عزاداری میں قمہ زنی اور زنجیر زنی کرنے والوں کی اکثریت فاسقوں کی ہوتی ہے جو احکام شریعت کی پابندی کرنے والے نہیں ہوتے اور یہی چیز دین اور امام کی توہین کا سبب ہیں۔

تو میں کہوں گا کہ اول تو یہ قطعی جھوٹ ہے کیونکہ قمہ زنی اور زنجیر زنی کرنے والوں میں خصوصاً عراق، ایران، شام، لبنان، پاکستان، ہندوستان اور بہت

سارے دوسرے ممالک میں اکثر نمازی اور پاک وپاکیزہ لوگ ہوتے ہیں۔ ہاں برے لوگوں سے دنیا میں کوئی جگہ بھی آپ کو خالی نظر نہیں آئے گی۔ جہاں کہیں مومن ومتقی ہوں گے وہاں ساتھ ساتھ چند برے بھی ہو سکتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر کوئی عمل بجا لانے والا برا ہے تو اس کی وجہ سے کوئی عمل برا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم کسی برے کو نماز پڑھنے، حج کرنے والے کو منع کرتے۔ اسی طرح ایسے لوگوں کو علم دین حاصل کرنے سے منع کرتے، لیکن ایسا نہیں۔ کسی برے عامل کی وجہ سے کوئی عمل برا نہیں ہوتا یعنی اگر ایک برا آدمی نماز پڑھے یا روزہ رکھے تو نماز یا روزے پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

تیسرے یہ کہ اگر شعائر حسینی کے دوران اگر کوئی سوء عمل کا ارتکاب کرتا ہے تو علماء کے جمود اور واجب شرعی کے بارے میں ان کی کوتاہی کے سبب سے ہے کیونکہ اگر یہ لوگ ان جلوسوں کو منظّم کر کے اس کے شرف کا خیال رکھتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرتے اور ان مجالس کے اہتمام کی لگام اپنے ہاتھ میں لیتے تو اہل فسق کس طرح ان شعائر کا انتظام اپنے ہاتھ لے سکتے۔

اسی طرح جب بھی کسی موضوع سے علماء اور متقی لوگوں نے ہاتھ اٹھایا تو فجار اور فساق نے اس کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا جیسے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اس کا گناہ بھی علماء کے سر پر ہو گا۔

بعض لوگوں کے مذاق اڑانے کا رد

اگر کہیں کہ آپ موجودہ زمانے کو گزشتہ زمانے پر قیاس کرتے ہیں جہاں آج کے جیسے وسائل ارتباط نہیں تھے مگر آج وہ بات نہیں رہی کیونکہ اگر آج ایک جوان لڑکی قمہ زنی کرنے والے لوگوں کے درمیان بے حجاب کھڑی ہو کر اپنے منہ پر طمانچے مارتی ہے تو اسی وقت اس کی خبر امریکہ، برطانیہ اور جرمنی پہنچ جاتی ہے جہاں پر یہ لوگ شیعوں کے عقل کا مذاق اڑاتے ہیں۔

میں کہوں گا کہ ان لوگوں کو پہلے اپنی عقل کا مذاق اڑانا چاہیے۔ یہ تو وہی لوگ ہیں جو اپنے ناروا اور پست اعمال یہاں تک کہ لوگوں کی موجودگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے جنسی عمل سے بھی نہیں چوکتے اور کھیل کے نام پر ایک دوسرے پر اس قدر ضربات لگاتے ہیں جو کبھی اعضاء کے ختم ہونے یا خود ان افراد کی موت پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اس قدر رسوا کن کام کرتے ہیں جو انسان کو انسانیت کی صف سے نکال کر حیوان بلکہ اس سے بھی گئے گزرے بناتے ہیں۔

یہ ان لوگوں کے مذاق اڑانے کی بات کرتے ہیں جو اپنے بعض تہواروں کے موقع پر ایک زندہ انسان کو لٹا کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں پر میخیں گاڑ دیتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اس کے بدن اور گردن کو چاقوں سے چیرتے ہیں جن سے خون بہتا ہے اور وہ اس سے صلیب کا نشان بناتے ہیں۔ بعض اوقات تو اس طرح لوگ مر جاتے ہیں بعض تو ہنستے ہیں اور بعض روتے ہیں۔ اور ایسا فعل قطعی طور پر حرام اور ناجائز ہے۔ اور یہ سب کچھ وہ اپنے بعض تہواروں میں محض تفریح کے

طور پر کرتے ہیں۔

اسی سے آپ ان کے مزاح اور تفریح کا میزان معلوم کر سکتے ہیں جو ایک باطل اور لغو چیز ہے ساتھ ہی فطری بھی ہے۔ اس لئے ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کہ وہ ہم سے راضی ہوں یا ناراض، ہنسیں یا روئیں۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

دوسرے یہ کہ میں تو بالکل اس کے برعکس دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ جب بھی امت کے عقلا، علماء اور صلحا کے ذریعے سے منظم طریقے سے شعائر حسینی کی بجا آوری کو دیکھتے ہیں تو وہ ہمارے درمیان کوشش و محنت اور اپنے ائمہ کے ساتھ ہماری محبت و خلوص اور اپنے معصوم رہبروں کے ساتھ ہماری وابستگی اور عقیدت کا احساس کرتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

یہ بات تو مشہور ہو گئی کہ یہودی شارون سے کہا گیا کہ تم لوگ تمام اسلامی مملکتوں کو ڈرا سکتے ہو اور جنگ کے ذریعے انہیں خاموش کر سکتے ہو مگر تم لوگ لبنانیوں پر ابھی تک قابو نہیں پا سکے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

یہ سن کر اس نے حسرت سے آہ بھری اور کہا کہ اس قوم کا معاملہ عجیب ہے۔ ان کا ایک امام ہے جو تیرہ سو پچاس سال پہلے قتل ہوا ہے۔ یہ لوگ اس پر گریہ کی مجالس ابھی تک برپا کرتے ہیں۔ اس پر روتے ہیں اور اس کے غم میں اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہیں۔ ہم ایسی قوم کو کس طرح قابو کر کے خاموش کر سکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کافروں کے دلوں میں یہ رعب اور ہمت وہی ہے جس کا خدا اور اس کے رسولؐ نے ارادہ کیا ہے۔

تیسرے یہ کہ انشاء اللہ محترم علماء اور خطباء مغرب سے اس روش کو ختم کر سکیں گے۔ اس طرح سے دنیا بھر کے ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے بامقصد خطبات کے ذریعے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شخصیت اور اللہ و رسولؐ کے پاس آپ کی مصیبت پر روشنی ڈال دی جائے تو پورے مغرب میں یہ روش پھیل جائے گی۔

چوتھے یہ کہ کافر تو ہر حال میں تم سے ناراض ہی رہیں گے اور تمہاری اہانت کے درپے رہیں گے چاہے تم آداب پر پورے اتر و یا نہیں۔ کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا:

"ولن ترضی عنك اليهود ولا النصاری حتی تتبع ملتهم قل ان هدی الله هو الهدی".

(بقرہ آیت ۱۲۰)

ترجمہ: اے رسولؐ یہودی اور نصاریٰ تم سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ تم ان کے دین کی پیروی کرو۔ اے رسولؐ ان سے کہہ دو ہدایت تو صرف خدا کی ہی ہے۔

یہ اس لئے کہ ان لوگوں کے پاس کوئی معیار یا میزان عقلی نہیں بلکہ ان کا میزان صرف تمہارے ساتھ دشمنی ہے۔ اس لئے وہ مجرموں کو تمہارے حکمران بناتے ہیں جو تمہیں قتل اور ہتک حرمت کرتے ہیں جبکہ ان کو معلوم بھی ہے کہ آپ ایک پاک و پاکیزہ انسان ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ جن کو رہبر مانتے ہیں معصوم اور پاک و پاکیزہ ہیں۔

پانچویں یہ کہ کسی کے مذاق اڑانے یا مسخرہ کرنے سے احکام شرعیہ تبدیل نہیں ہوتے۔ اگر ایسا ہو تو انبیاء ، اولیاء اپنے احکام ، اپنی سیرت اور عبادتوں کو بھی بدل دیتے مگر ایسا نہیں کیا جبکہ ان کا مذاق اڑایا گیا اذیتیں دی گئیں اور طرح طرح کی مصیبتیں ڈھا دیں گئیں۔

اس لئے ہم یہاں پر اس بات کی طرف اشارہ کریں تو کوئی حرج نہیں کہ خداوند عالم نے انبیاء علیہم السلام کو حسینؑ کی عزاداری کو غم و حزن کا سبب بنایا۔ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ خداوند عالم نے کسی نبی کو مبعوث نہیں کیا مگر یہ کہ اسے کربلا سے گزرنے کا حکم دیا اور ہر کوئی جب وہاں سے گزرا تو ٹھوکر کھا کر گر گیا یا گھوڑے سے گر گیا اور اس طرح خداوند عالم نے اشارے سے بتا دیا کہ تیرے فرزند حسینؑ کو یہاں پر قتل ہونا ہے۔

حضرت آدمؑ کے بارے میں ہے کہ جب آپ کربلا سے گزرے تو گر گئے یہاں تک کہ دونوں پاؤں قدم کے لئے آگے نہیں بڑھ سکے۔ اس طرح انہیں اشارہ کیا گیا کہ حضرت امام حسینؑ یہاں قتل کئے جائیں گے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی سواری کی پیٹھ سے گر گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب وہاں سے گزرے تو ان کے جوتے ٹوٹ گئے اور پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔

اسی طرح یحییٰ ، اسماعیل وغیرہ کے ساتھ بھی ہوا اس کی تفصیل شعائر حسینی کی مفصل کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

ایک عورت جو مسلمان ہوئی

ہمیں ایک واقعہ کا پتہ چلا جو جرمنی میں پیش آیا اور وہ یوں ہے کہ ایک عورت مسلمان ہوئی۔ جو ایک مسلمان گروہ سے بحث کے بعد ایمان لے آئی اور جب اس کی خبر عام ہوئی تو اسے وہاں کے ٹیلی ویژن والوں نے بلایا اور اس کی شدید توہین کی گئی اور اس سے کہا گیا کہ تم نے ایک ایسے دین کو کیوں قبول کیا جہاں مرد چار چار شادیاں کر سکتا ہے جہاں طلاق جائز ہے اور عورت کو صرف ایک مرد سے زیادہ کی اجازت نہیں اور نہ ہی طلاق اس کے ہاتھ میں ہے۔

اور اسی طرح کے متعدد اعتراضات اور اشکالات کے بعد مذاق اڑایا گیا۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے جبکہ تم تو اس خوف سے لرزتے رہتے ہو کہ دشمن مذاق اڑائیں گے۔ یہ لوگ تو مذاق اڑا رہے ہیں تو کیا اس عورت کو واپس کفر اختیار کرنے کا فتوئ دیں گے کیونکہ ان کے مذاق اڑانے کے ڈر سے آپ شعائر حسینی کو ترک کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

مالکم کیف تحکمون تمہیں کیا ہوا ہے۔ کیا فیصلہ کر رہے ہو؟

اے وہ شخص جس کا دل مذاق اڑانے والوں کے مذاق کے خوف سے لرزتا رہتا ہے بتادے کہ کیا یہ عورت ان کے مذاق اور اذیت کی وجہ سے دین اسلام کو ترک کردے۔

کیا آپ کو نظر آتا ہے کہ مسلمان کتنے کچھ ملین اخراجات کر کے حجر اسود کے گرد طواف کرتے ہیں اور حیوانات کو ذبح کرتے ہیں اور بغیر کسی فائدے کے

کتنی ساری کنکریاں جمرات پر مارتے ہیں اور ان جیسے کئی ایک دوسرے کام کرتے ہیں تو کیا اس وجہ سے مذاق نہیں اڑایا جاتا ہے۔ تو کیا اس مذاق اڑانے کی وجہ سے حج کو ساقط قرار دیا جائے گا۔

تمہیں کیا ہوا ہے۔ تم کیا فیصلے کرنے لگے ہو۔

ہمارے بعض ''افاضل'' نے شعائر حسینی بلکہ تمام عقائد اور دین کے ساتھ مذاق کیا۔

شیعہ علماء کے منفرد افراد کے ایک گروہ میں سے جنہوں نے اپنے آپ پر فتویٰ دینے کی صلاحیت دیکھی تو بہت سارے امور کو جھٹلایا بلکہ مذاق اڑانا شروع کیا جبکہ ان امور کو کسی بھی زمانے کے علما کرام نے بلکہ عظیم مراجع میں سے کسی بھی مرجع نے ان کا انکار نہیں کیا۔ مگر یہ صاحب جس چیز کو بھی پسند نہیں کرتے ہیں جو عوام میں رائج ہوئی یہ کہتے ہوئے انکار کرتے ہیں کہ یہ چیز ہمارے ہاں ثابت نہیں مگر یہ کہتے وقت وہ صاحب اپنے الفاظ کے انجام پر نظر نہیں رکھتے کہ اپنے اس جملے کے ذریعے بڑے بڑے علما کو جھٹلاتے ہیں اور عوام کی اس عقیدت کو ٹھیس پہنچاتے ہیں جو وہ حضور اکرمؐ اور آپؐ کی اہل بیتؑ کے بارے میں رکھتے ہیں

اس زمانے میں جو شخص مومنین اور میرے ساتھ اس بارے میں جھگڑا کر رہا ہے وہ ملت اسلامیہ پر پڑنے والے مصائب سے بے نیاز ہو کر ان مسکین مومنوں کے پیچھے پڑا ہوا ہے جو غم حسینؑ میں اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہیں اور ان کا غم مناتے ہیں کبھی تو ان پر شرابی ہونے کی تہمت لگاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک جماعت بھی ہے جس پر ماسونی ہونے کی تہمت ہے۔

باوجود اس کے کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے کیونکہ وہ مجرم حکام جن کا تعلق اور ارتباط ماسونیوں سے ہے ان کا طریقہ اور اولین کام یہی ہے کہ وہ شعائر حسینی اور حسینؑ کی عزاداری کی مخالفت کرتے ہیں اور یہاں تک کہ وہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا پر ڈھائے جانے والے مصائب کا بھی انکار کرتے ہیں جن پر تمام شیعہ و سنی محدثین کا اتفاق ہے۔ کبھی تو یہ لوگ یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں کہ اس زمانے میں گھروں میں دروازے ہی نہیں ہوتے تھے اور نہ ہی میخیں تھیں۔ لیکن سفینہ نوح کے بارے میں وارد آیت سے اسے رد کیا گیا ہے۔ "ذات الواح دسر" اور یہی مسامیر "میخیں" ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ... ابواب کی احادیث کہ سوائے علیؑ کے دروازے کے تمام دروازے بند کئے گئے۔ اس پر تمام شیعہ اور سنی محدثین متفق ہیں نیز یہ بھی کہ خیبر میں حضرت علیؑ کا دروازے کو اکھاڑنا۔ شعرا کے اشعار اور حکایات میں اس واقعے کی شہرت ہے۔ یہ تمام باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلے زمانے میں بھی آج کی طرح گھروں کے دروازے ہوتے تھے اور جب یہ ثابت ہے تو یہ کیسے ممکن ہے نبی اکرمؐ کی لخت جگر کے گھر کا دروازہ نہ ہو جبکہ دشمن چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوں اور رسول اکرمؐ سفروں اور جنگوں میں مصروف ہوں۔ دوسرے یہ کہ اس گھر کا کیا شرف ومقام ہے جس میں راستے چلنے والوں سے پردہ کے لئے دروازہ تک نہ ہو۔

حسینؑ کے ذاکر کے ساتھ مذاق

میں کہتا ہوں کہ تمام فقہاء، ادبا، علماء، شعرا اور دوسرے معاشرتی افراد

پر لازم ہے کہ وہ حسینؑ کے ذاکروں کا احترام کریں اور انہیں مالی اور معنوی مدد فراہم کریں تا کہ ان کے تعمیری کردار کی امید میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو کیونکہ امت اسلامیہ ایک ایسا شہر ہے جہاں انہوں نے ہمیشہ اور باقی رہنا ہے اور یہ لوگ اس زمانے کے ذرائع ابلاغ ہیں جو لوگوں کے لئے نبی اکرمؐ اور ان کے اہل بیت کی آواز پہنچاتے ہیں اور موجودہ فقہاء اور مصنفوں کی آواز بھی ہیں۔

اس لئے چاہیے ان لوگوں کو جذبہ دلائیں خصوصاً اس وقت جب وہ ائمہ کے مصائب اور اس بارے میں اشعار پڑھ رہے ہوں تو مختلف اسالیب اختیار کریں کیونکہ شعری ادائیگی میں اسلوب کا ہونا لوگوں کے نفوس میں زیادہ سے زیادہ اثرانداز ہوتا ہے اور زیادہ سے زیادہ غم وحزن طاری ہو جانے کا سبب بنتا ہے۔

ان کا مذاق اڑانا جائز نہیں جیسے کہ ہمارے اس معاصر عالم نے کہا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ جن مقامات پر مصائب بیان کرتے ہیں یا مناقب ائمہ یا مقتل پڑھتے ہیں یہ تمام مقبول عام ہیں اور ان کی اسناد کی صحت کی تلاش ضروری نہیں اس پر تمام علمائے دین کا اتفاق ہے خصوصاً مصائب کے ان ایام اور شعائر کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا دراصل دین کا مذاق اڑانا اور دین کو کمزور کرنا ہے۔ نیز نوحہ و مرثیہ کے اسلوب کا مذاق اڑانا بھی دین اور عقیدے کو کمزور کرنے کی ایک کوشش ہے۔

شعائر انکساری کا سبب بنتے ہیں

ان شعائر حسینی کے قائم کرنے والے لوگوں میں آپ کو متمول اور

اشراف نظر نہیں آئیں گے بلکہ اِن شعائر حسینی کو مظلوم، فقراء اور مستضعیف لوگ ہی زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اسی بناء پر ایسے علماء جو صرف دولت مندوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھے اور اِن ہی کے ساتھ ملاقاتیں کرتے ہیں فقراء اور محروموں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔

وہ یا تو اِن شعائر کو حرام قرار دیتے ہیں یا اسے انتشار کا شکار کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے منانے والے اِن کے معیار کے نہیں ہیں۔ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہمیشہ حق اسی پسے ہوئے طبقے کے ساتھ رہا ہے اور خدا کی رضا بھی مظلوموں اور مستضعیفوں کی خوشنودی کے ساتھ ہے اور تونگری اور پارٹی بازی کی وفاداری یا مقام خدا کے نزدیک سعادت مندی کا معیار نہیں۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ما طار طیراً وارتفع

الا کما طار وقع

کوئی پرندہ اڑ کر بلند نہیں ہوتا مگر یہ کہ وہ جیسے بلند ہوا تھا اسی رفتار سے گر پڑتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: "بے شک دنیا میں دو دور ہیں۔ ایک دور تمہارے فائدے کا اور ایک دور تمہارے نقصان کا۔ اگر تمہارے فائدے کا دور آئے تو مت اتراؤ اور اگر تمہارے نقصان کا دور آئے تو صبر اختیار کرنا کیونکہ اِن دونوں نے ختم ہونا ہے۔ معاف کرنا میری خواہش یہ نہیں کہ میں مسلمانوں میں سے کسی ایک کی رسوائی چاہتا یا یہ بھی مقصد نہیں کہ اسے اس کے

مقام سے گراؤں بلکہ ان تمام باتوں سے میرا ارادہ رجوع الی اللہ ہے اور یہ چاہتا ہوں کہ لوگ مومنوں کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکا کر اس سے نہ کھیلیں۔

حسینؑ کی عزاداری پر شیعوں کا اصرار

اعتراض: شیعہ صرف حسینؑ کی عزاداری پر اصرار کیوں کرتے ہیں ان کے بھائی حضرت امام حسن جو ان سے بڑھ کر ہیں اور نہ ہی جناب زہرا سلام اللہ علیہا کا غم مناتے ہیں جو ان دونوں سے بڑھ کر ہیں اور نہ ہی امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی عزاداری کرتے ہیں جو ان سب سے افضل ہیں اور نہ ہی اصحاب کی عزاداری کرتے ہیں جبکہ ان میں سے بعض اہل بیتؑ سے بڑھ کر ہیں اور نہ ہی رسول اکرمؐ کا غم مناتے ہیں جو ان تمام سے افضل ہیں۔

جواب: پہلے تو یہ کہ حضور اکرمؐ کے بعد آپؐ کے اہل بیتؑ سے بڑھ کر کوئی صحابی نہیں۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اسی لئے وہ درود بھیجنے میں اصحاب پر آلؑ کو مقدم رکھتے ہیں اور وہ درود میں اصحاب کو آلؑ پر مقدم نہیں کرتے بلکہ یوں کہتے ہیں: اللھم صلی علی محمد و الہ و صحبہ جبکہ صلوات صرف نبیؐ اور ان کے آل پاکؑ سے مخصوص ہے اور اصحاب پر صلوات کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں۔

آیت مباہلہ کی رو سے نیز بہت ساری احادیث سے ثابت ہے کہ علیؑ نفس رسولؐ ہیں نیز حضور اکرمؐ نے کئی بار فرمایا کہ اہل بیتؑ مجھ سے ہیں اور میں اہل بیتؑ سے ہوں۔

دوسرے یہ کہ ہم تمام اہل بیت ؑ کے غمی خوشی کے ایام کو مناتے ہیں اور عزاداری صرف حسین ؑ سے مخصوص نہیں مگر عزاداری زیادہ ایام تک اور دوسری خصوصیات صرف حسین علیہ السلام سے مخصوص ہیں تو اس کے دو وجوہات ہیں :

(۱) حضرت امام حسین علیہ السلام کو دشمنوں نے اسلام اور خدا کے نام پر قتل کیا۔ اس چیز نے امت کے جاہلوں کو یہ موقع دیا کہ وہ حسین ؑ کے اسلام پر شک کرنے لگے اور انہیں رسول اکرم ؐ کے اقرباء سے غیر سمجھنے لگے۔ لہذا اس طرح داد و فریاد کرتے ہوئے حضرت امام حسین ؑ کی شخصیت کو عام لوگوں میں پہنچوا دیا جائے اور رسول اللہ ؐ کے ساتھ آپ ؑ کے رشتے کو اجاگر کیا جائے جیسے کہ شاعر نے کہا کہ ان لوگوں نے آپ کو قتل کر کے تکبیر بلند کی جبکہ وہ تکبیر و تہلیل کو ہی قتل کر چکے تھے۔

تیسرے یہ کہ ظالموں نے آپ ؑ اور آپ ؑ کے ساتھیوں کو قتل کیا اور آپ ؑ کے اہل بیت ؑ کے ساتھ برا سلوک کیا اور ان کے بارے میں کمال انسانی اور اہل بیت نبوی کی الٰہی کرامت و شرافت کا خیال نہیں رکھا۔ جبکہ نبی اکرم ؐ، امام علی ؑ، حضرت زہرا ؑ اور ان کے بھائی حضرت امام حسن مجتبیٰ ؑ کے قتل کے دوران یہ سب کچھ نہیں ہوا اور نہ ہی کسی صحابی کے قتل پر ایسا ہوا۔

اس کے ساتھ ان لوگوں نے عوام میں یہ بات پھیلا دی تھی کہ یہ خوارج کا ایک گروہ تھا جس نے رسول اللہ ؐ کی توہین کی تھی۔ اس طرح انہوں نے خاندان نبوت ؐ کی خواتین کو قید کیا اور ایک شہر سے دوسرے شہر تک بڑی ذلت

اور اہانت کے ساتھ پھر لیا اور کبھی بھی ان کے حق کا خیال نہیں رکھا۔

اس بارے میں روایات موجود ہیں کہ حسینؑ کے قتل پر دنیا میں اندھیرا چھا گیا اور آسمان خون کے آنسو رویا۔ جیسے شاعر نے کہا ہے:

اے فاطمہ زہراؑ ذرا وادیٔ کربلا کی طرف دیکھو یہ تیرا حسینؑ ہی ہے جو تلواروں کی زد میں ہے۔

زمین رو رہی ہے آسمان واویلا کر رہا ہے ہائے افسوس ارض کربلا پر خون (ناحق) بہا۔

اس کے علاوہ مذہب اہل بیتؑ کی مقدسات جو دین کی ضروریات میں سے ہیں جن کا مذاق جس طرح اڑایا جاتا ہے اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جھٹلانے اور مذاق اڑانے کے طریقے

ا) گالی گلوچ کے ذریعے اور شارع کی لغت میں جیسے کہ حسینؑ کی عزاداری کے جلوسوں کے سامنے جن میں سے بعض کا بیان آگے آرہا ہے۔

ب) ایسی باتوں کی تکرار کی جاتی ہے کہ عزاداری اسلام کی اہم چیزوں میں سے نہیں اس میں مشغول رہنا اسلام کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں۔

ج) کبھی ایسی عبارتوں کے ذریعے کہ "ہمارے پاس یہ ثابت نہیں اس کے بارے میں روایات نہیں ملتیں" اور یہ بات روایات سے ثابت نہیں جیسے حضرت زہرا سلام اللہ علیہا پر ڈھائے جانے والے ظلم کے بارے میں کہا گیا۔

د) لیکن جب عوام کے سامنے بات کرنی ہو تو ایک دوسرے انداز کے ساتھ ان کے جذبات بھڑکائے جاتے ہیں مثلاً یہ کہ امیر المومنین ؑ کی موجودگی میں ان کی زوجہ محترمہ پر ہاتھ اٹھانا کیسے ممکن ہے جبکہ آپ اسلام کے ایک بہادر اور جوانمرد تھے۔

ھ) قرآن کریم کی ایسی آیات پیش کی جاتی ہیں جس سے موضوع کے ساتھ کسی بھی طرح کا ربط یا تعلق نہیں جیسے ائمہ معصومین علیہم السلام کی ولایت تکوین کا انکار کرتے ہوئے ثبوت میں یہ آیت پیش کی گئی "ھل کنت الا بشراً رسولا"۔

و) اپنے دعوٰی میں ایسی دلیلیں پیش کرتے ہیں جو کسی بھی صورت ان کے دعوٰی سے مربوط نہیں اور نہ ہی اس بارے میں دوسری دلیلوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جیسے انبیاء کرام کی طرف سے شفاعت کئے جانے کو اس آیت سے جھٹلایا گیا "لا یشفعون الا لمن ارتضی" اور نہ ہی اس بارے میں احادیث کی طرف رجوع کرنے کی زحمت کی ہے۔

ز) انبیاء اور اولیاء کو ان کی دعاؤں کو ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہوئے گناہ گار ثابت کیا گیا جبکہ انہوں نے خدا کے حضور تواضع وانکساری کرتے ہوئے ایسے جملے کہے ہیں جیسے کہ دعائے کمیل کی شرح کر کے حضرت امام علیؑ کے بارے میں گستاخی کی گئی ہے۔

ح). ایسے موارد میں شک کرنا جہاں تاریخی اعتبار سے پیچید گیاں ہیں جن پر اہل سنت بھی شک کرتے ہیں اور شاذ کے طور پر شیعہ بھی مگر یہ صاحب

ان کی تائید کرتے ہیں اور اسی طرز پر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

ط) دوسروں کو معیوب امور سے نسبت دے کر خاموش ہو جاتے ہیں اگر ان کا بس چلے تو لوگوں کو شبہات سے پر کرنے میں کوئی کسر چھوڑ دیں گے۔

اگر دیکھتے ہیں کہ کوئی ان پر تنقید کر دے اور ان سے جو کچھ سنا اس پر اعتراض کرتا ہے تو وہ دیکھتے ہیں کہ اگر یہ تنقید کرنے والا اس کے لئے خطرہ بن سکتا ہے تو اعتراض کرنے والے کو برداشت کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ دیکھتا ہے کہ اس کے لئے کوئی مشکل پیدا نہیں ہو سکتی ہے تو بڑی سنگدلی کے ساتھ اس کی تنقید کو رد کرتا ہے اور پھر اسے اس بات کی پروا نہیں کہ وہ اس سلسلے میں کیا کہہ رہا ہے۔

جو کچھ گزر گیا اس کے علاوہ ان کے مندرجہ ذیل عقائد بھی ملاحظہ ہوں:

(۱) قضاو قدر کا انکار:

قضاو قدر کے بارے میں انہوں نے کہا ہے ملاحظہ ہو: مجلہ ثقافہ عدد ۵۹ ۔۶۰

قضاو قدر کا کوئی وجود نہیں خود انسان ہی ہے جو اپنی قضاو قدر کو بناتا ہے۔ ثبوت کے طور پر آیت پیش کرتے ہیں:

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم .

جبکہ ان کا یہ کہنا اہل بیت ؑ کی سنت ثابتہ کے بالکل خلاف ہے بلکہ یہ واضح ہے کہ یہ تفویض ہے۔ جبکہ حدیث میں وارد ہے:

"لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین" اس کے علاوہ آیت کریمہ

"ان اللّٰہ یحول بین المرء و قلبہ" بھی اس کے خلاف شاہد ہے۔

نیز حضرت علی علیہ السلام کا فرمان: عرفت اللّٰہ بفسخ العزائم و نقض الھمم میں نے خدا کو ارادوں کی ناکامی اور ہمتوں کے ٹوٹنے کی وجہ سے پایا لیکن نصوص (ان اللّٰہ لا یغیر اور ظھر الفساد) اپنی جگہ درست ہیں۔ یہ قضاو قدر کے اسباب کے اجزاء میں سے ہیں اور یہ سب اتفاقی حوادث نہیں ہیں کیونکہ اللہ کے بعض کاموں کے اسباب ہوتے ہیں اور بعض کے نہیں ہوتے جبکہ بعض کے اسباب ہماری طرف سے ہوتے ہیں اور بعض خدا کی طرف سے ہوتے ہیں جو اس کی حکمت کا تقاضا ہیں۔ (ان اللّٰہ یفعل مایرید) خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور "و ان اللّٰہ ھو الضار النافع" اور اللہ تعالیٰ ہی نفع اور نقصان دینے والا ہے۔

(۲) اسی مقصد کے ضمن میں انہوں نے کہا ہے:

انسانی معنوی زندگی میں کوئی ہمیشہ رہنے والی ظالم قوت نہیں پائی جاتی اور نہ ہی کوئی قوت عادلہ بھی معنوی طور پر انسانی زندگی میں موجود ہیں۔

جبکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ظلم حیات انسانی میں اسی وقت سے موجود ہے جب سے خداوند عالم نے آدم کو خلق فرمایا۔ ابلیس نے اسی سے غفلت کی اور قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ یہاں تک کہ حضرت امام زمانہؑ اسے قتل کریں گے اور دابۃ الارض ظاہر ہو جائے گا اور تمام لوگوں کو میدان محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گا اور کافروں کی پیشانیوں پر لکھا ہو گا ھذا کافر اور ھذا کذا یہ کافر ہے اور یہ ایسا ہے۔

(۳) اصالت اور تجدید کے عنوان میں :

احادیث جو معصوم کے قول سے ثابت اور ان کے فعل اور تقریر سے بھی ثابت ہیں اور ان کے محوث میں زیادہ موجود ہیں ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ معصوم کے زمانے میں تاریخی سلوک دراصل معاشرتی تقلید کے اسلوب پر تھا۔

لیکن یہ بھول گے کہ اس زمانے میں خود معصوم بھی اس فعل پر کاربند تھے۔ انہوں نے کہا: "جیسے کہ اس مسئلے میں داڑھی کی مثال دی جا سکتی ہے کہ مشہور فقہاء نے اس وقت کے لوگوں کی سیرت کو دیکھ کر فتویٰ دیا یعنی اسی بنا پر امام نے بھی انجام دیا"۔ انہوں نے مزید کہا کہ اکثر اوقات اس مشہور حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے:

حفوا لشوارب و اعفو اللحی و لا تسبھوا بالیھود ولا تسبھوا بالمجوس.

مونچھیں کاٹو اور داڑھی رہنے دو اور یہود اور مجوس کے ساتھ مشابہت اختیار مت کرو۔ اس بنا پر ان لوگوں نے اس کے کاٹنے کو حرام سمجھا ہے لیکن ہمیں سیرت کی تعلیمات یہ بتاتی ہیں کہ داڑھی رکھنا اور عمامہ پہننا ایک تاریخی سلوک ہے جو حقیقت میں عربی اقدار کی تقلید ہے۔

خدا کی قسم تمہیں یہ بتاؤ کیا کسی فقیہ کی باتیں ہو سکتی ہیں جس نے ایک ایسے مسئلے کو اپنے اعتراض کا نشانہ بنایا جس پر علمائے اسلام کا اجماع ہے اور علمائے شیعہ کے نزدیک جو کچھ اس بارے میں وارد ہوا ہے وہ پچاس احادیث سے کم نہیں جنہیں محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے جو اپنی جگہ معتمد ہیں اور ان

وسائل اور اس کے مستدرکات نیز "کتاب المنیۃ فی حکم حلق الشارب واللحیہ" اور دوسری کتب میں بھی مذکور ہیں اور انہیں معصومین کے فعل کی بنا پر تائید حاصل ہے اور علماء میں سے کوئی ایسا نہیں جو اس بارے میں شک کرے سوائے ہمارے اس معاصر کے جو شکوک و شبہات کے پیدا کرنے میں شہرت رکھتے ہیں۔

ان کا یہ استدلال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان صاحب کو اجتہاد کا ملکہ ہی حاصل نہیں اور صرف انہیں جرائد اور رسالوں تک کی حد تک کا ملکہ حاصل ہے جیسے کہ ہمارے نجف اشرف کے علماء میں سے کسی نے بیان کیا تھا۔

(۴) عورتوں پر نگاہ ڈالنے کی اجازت:

ایک مجیب عورت پر بے حجاب حالت میں نگاہ کرنے کے ایک سوال کے ضمن میں کہا سوال یوں تھا: "آپ ایک نوجوان کو کسی باحجاب عورت کے چہرے پر نظر ڈالنے کو جائز کہتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے"؟

انہوں نے جواب دیا: "میں مطلق طور پر اس بارے میں فتویٰ نہیں دیتا۔ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ اس باحجاب عورت کے کھلے چہرے پر نظر کرنا اگر اس نوجوان عورت کی معاشرتی عزت کے لئے مسئلہ اور اس کی حرمت و عزت پر حرف آتا ہے اور اس کی اذیت کا سبب بنتا ہو تو جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی کے نظر کرنے سے اس کی معاشرتی عزت و کرامت پر حرف نہ آتا ہو، اس کی اذیت کا سبب نہ ہوتا ہو اور نہ ہی اس کی ہتک حرمت ہوتی ہو تو نظر کرنا جائز ہے"۔

میں کہتا ہوں کہ یہ اخلاقی فساد ہے اور قرآن اسے منکر سمجھتا ہے کیونکہ قرآن کریم کی واضح آیات میں نبی اور مومنین کی عورتوں پر نگاہ کرنا حرام قرار دیا

ہے اور ساتھ ہی خواتین کے حجاب کو واجب سمجھا ہے۔ یہ حکم مطلق طور پر عام ہے اور کوئی قید نہیں۔ اس میں عورتوں کی رضا اور ناراضگی کا کوئی دخل نہیں۔

آپ اس بارے میں آیات قرآنی، احادیث اور مسلمانوں کے اجماع کو ملاحظہ کریں تو ان کا یہ قول اسلام کی ضروریات کے بالکل خلاف ہے۔

(۵) علماء کے ساتھ گستاخی:

مقدس فقہاء کے رد کرنے اور ان پر اپنی برتری جتانے کے مرحلے میں بڑے ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔

ان کا کہنا ہے: "فقہاء میں سے اکثر لغت سے استفادہ کرنے سے بھی بے بہرہ ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ جمود کا شکار ہوتے ہیں"۔

انہوں نے مثالیں دیں ان میں سے ایک یہ ہے "**یسئالونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر و منافع للناس و اثمهما اکبر من نفعهما**

(سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۹)

ترجمہ: تم سے یہ لوگ شراب اور جوا کے بارے میں پوچھتے ہیں انہیں کہہ دیجئے ان دونوں کا بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر ہے۔

ہم اس آیت کی روشنی میں ایک عام قاعدہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کا ضرر اس کے نفع سے بڑھ کر ہو، وہ حرام ہے جبکہ جمود کا شکار ان فقہا نے اس موضوع پر آیت کی دلالت کا اعتبار اس پر کیا ہے کہ شریعت کے احکام کسی نہ کسی حکمت کے تحت ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تفسیر آیت کے مفہوم کے خلاف ہے اور فقہاء کی تعبیر درست ہے۔ یہ بات تو ثابت شدہ ہے کیونکہ بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن کا نفع ان کے نقصان سے زیادہ ہے مگر وہ واجب نہیں بلکہ مستحب ہیں اور وضع شدہ اکثر احکام جن کا ضرر ان کے نفع سے زیادہ ہے۔ وہ حرام نہیں مکروہ ہیں بلکہ اسلام میں تو کوئی امر لزومی وجود ہی نہیں رکھتا چاہیے مثبت ہو یا منفی ہو مگر دوسرے حکام کی نسبت بہت کم تو پھر قاعدہ کلیہ کہاں سے آگیا یہ تو آپ کے ذہن کا مفروضہ ہے جسے آپ نے قرآن کے لئے تصور کیا ہے۔ انہوں نے ایک اور مثال بھی دی ہے "فامساك بمعروف او تسريح باحسان"۔

(سورہ بقرہ آیت ۲۲۹)

اس آیت سے بھی ہم ایک عمومی قاعدہ کلیہ اخذ کر سکتے ہیں۔ وہ یہ کہ مرد کے لئے یہ امکان نہیں چھوڑا ہے کہ وہ عورت کی زندگی میں جمود پیدا کرے اور یقیناً خداوند عالم نے اسے امساک یعنی زناشوئی کے تعلق کو برقرار رکھیں تو نیکی کی خاطر اور نیک طریقے سے جس پر عرف کی دلالت ہو۔

ان کے اس کہنے سے معروف عقلائی اس سے خارج ہو گئے جس کی وجہ سے عورت کے لئے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا مباح ہو اور سفر بھی اسی طرح مباح ہوا جو اس کے قوانین کی طرف دیئے گئے احکام کی سرکشی پر ابھارتا ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے بہت ساری احادیث کو بھلا دیا ہے جو اس ضمن میں وارد ہوئی ہیں جو عورتوں کو زیادہ گھر سے نکلنے سے منع کرتی ہیں جس سے اخلاقی فساد ہو سکتا ہے ساتھ ہی اشاعہ فحشا اور معاشرتی فساد کا باعث بن سکتا

ہے۔

(۶) اجتہادی تعبیرات کے سلسلے میں :

ان کا یہ کہنا ہے کہ میں موجودہ اجتہادی اسلوب کو جو اکثر فقہا کے درمیان رائج ہے تنگی کا شکار سمجھتا ہوں۔

یہ ایک پرہیزگار مجتہد کی عبارت ان علمائے اسلام کے بارے میں ہے جن کے ذریعے دین ہم تک پہنچتا ہے اس پر مستزاد یہ ہے کہ الفاظ ایک ایسی مجلس میں کہے گئے جہاں عامتہ الناس موجود تھے اور یہ جلسہ فقہاء سے مخصوص نہیں تھا اور ایسے مجلات میں چھپا ہے جو معاشرے کے ہر طبقے کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔ کسی استلالی کتاب میں نہیں ہے۔

ایسی ہی باتیں سبب بنتی ہیں کہ لوگ مراجع مسلمین کو سبک سمجھتے اور حقیر نگاہوں سے دیکھتے ہیں ان کا یہ دعویٰ کہ شریعت نے معاملات پر بحث نہیں کی ہے۔

(۷) شریعت نے معاملات معین نہیں کیے ہیں :

ان کا کہنا ہے کہ میرا خیال ہے کہ ہم پر لازمی ہے کہ احکام شریعت کے مفردات پر گہری تحقیق کریں کہ خاص مورد میں عمومی فکر حاصل کیا جاسکے۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان سے پہلے والے فقہاء نے دقت نظر سے کام نہیں لیا ہے اور اس جدید علم کو منکشف نہیں کر سکے ہیں۔

اس نے اپنے اس دعوے میں ایک اجمالی حدیث " ان السلام بنیا اعلی

خمس" اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر کہا ہے۔ یہ حدیث تاکید کے ساتھ بتاتی ہے کہ اسلام کی بنیاد یہی پانچ چیزیں یعنی عبادات ہیں اور اس میں معاملات کا ذکر نہیں ہوا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے اہم امور یہ عبادات ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس نے معاملات کو چھوڑ دیا ہے کہ لوگ اپنے مخصوص نظریے کہ مطابق عمل کرلیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضور اکرمؐ کی یہ حدیث جھوٹی قرار پائے گی جس میں آپ نے فرمایا:

"انتم اعلم بشئون دنیاکم" جبکہ یہ حدیث سچی ہے اور صحیح ہے۔ یہ ارشاد ہوا کہ "میں نے ہر وہ چیز تمہیں بتادی ہے جو تمہیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرتی ہے"۔ دین اسی وقت مکمل ہوا جب امام علیؑ کی امامت اور ان کے بعد ائمہ کو امامت پر نصب کیا گیا۔ اس دین کے لفظ کے اندر معاملات احسن طریقے سے شامل ہیں۔

دوسرے یہ کہ اس حدیث "بنیا الاسلام اعلی خمس" میں بھی معاملات ثابت ہیں۔ جو نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور ولایت اہل بیتؑ ہیں۔ ان میں زکوۃ مالی احکام پر مشتمل ہے۔ اس لیے عبادات اور معاملات اسلام کی نظر میں برابر اہمیت رکھتے ہیں۔

(۸) انبیاء علیہم السلام سے گناہوں کی نسبت:

اس شخص نے اپنی ظالمانہ تعبیرات میں انبیاء اور اولیاء کے بارے میں نئی نئی باتیں کیں انہوں نے اپنے مناقشات میں کہا کہ آیت کریمہ "عبس و تولی"

نبی اکرمؐ کے مخاطب اگر حضور اکرمؐ ہی ہیں تو کیا یہ آیت ان کے عدم عصمت پر دلالت نہیں کرتی جیسا کہ ہم ترجیح دیتے ہیں۔

میں کہتا ہوں بلکہ ان ایسا کہنا مطلق طور پر اطاعت رسول کے وجوب کے منافی ہے تم اس طرح تو قرآن کے برخلاف "ینطق عن الھوای" کے قائل ہوئے جیسے عمر نے کہا تھا کہ آپؐ کے اخلاق برے ہیں تو خداوند عالم نے آیت کے ذریعے اس کا ابطال کیا اور ارشاد فرمایا "انك لعلی خلق عظیم" اور قرآن کے حکم کہ رسول دل کے سخت نہیں ہیں کی مخالف ہے کیونکہ رسولؐ تو مومنوں کے ساتھ مہربان اور نرم دل ہیں۔

(۹) بھائی کی بہن کے ساتھ شادی :

اس نے کہا ہے کہ خداوند عالم نے اولاد آدم میں سے بعض کی بعض کے ساتھ شادی کی۔ اس وقت اللہ کی طرف سے شریعت میں ایسا کرنا جائز تھا۔

اور وہ جب بھی چاہے اپنی بھیجی ہوئی شریعت کو بدلنے والا ہے خصوصاً جب ان کی زندگی کے مصالح کے اعتبار سے ضرورت پڑے۔

ظاہر ہے کہ یہ تصرف خود متکلم کر رہا ہے اور اس میں اللہ کی طرف سے کوئی تصرف نہیں ورنہ ان تمام احادیث میں ہے اور شیعہ محدثین نے لکھا ہے کہ خداوند عالم نے اولاد آدم کے لئے بھی عورتیں نازل کیں جیسے کہ اس نے آدم کے لئے حوا کو خلق کیا۔

مگر اس شخص نے احادیث کی طرف رجوع نہیں کیا اور محض اپنے شک کی وجہ سے ادلہ کی حدود سے دور رہا ہے۔

(۱۰) جن لوگوں نے ان کی تقریر کا کیسٹ سنا ہے انہوں نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے جو اسلام کی شہرت کے لئے ایک برائی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت یوسف نبی نے بھی زلیخا کی طرف میلان پیدا کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک بھوکا خوراک کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ قریب تھا کہ وہ فعل حرام کے مرتکب ہوتے۔

یہاں میں کہتا ہوں کہ یہ تو ضروریات تشیع کے بالکل برخلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک انبیاء کی عصمت ثابت ہے۔ اور اس "ھم" سے مراد جیسا کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا یہ تھا کہ اپنوں نے زلیخا کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ اگر خدا ان کی کفایت نہ کرتا تو وہ کر گزرتے۔ (فاتقو اللّٰہ یا اولی الباب)

(۱۱) بعض انبیاء کے والدین کی تکفیر:

انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد کافر تھے لیکن تمام مفسرین نے اس سے اتفاق نہیں کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابراہیم مومن تھے اور حضرت ابراہیم کے تمام آباء مومنین تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم حضور اکرمؐ کے اجداد میں سے ایک ہیں اور قرآن کریم حضور اکرمؐ سے خطاب کرتا ہے " و تقلبك فی الساجدین "یعنی تم اپنے وجود کے کسی بھی مرحلے میں سجدہ گزار آباؤ اجداد میں منقلب ہوتے رہے ہو۔ حضور اکرمؐ قریش میں سے ہیں اور قریش کی نسبت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف ہے جیسے کہ قرآن نے کہا ہے "ملة ابیکم ابراهیم" نتیجہ اس سے یہ نکلتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے والد جو

حضور اکرمؐ کے اجداد میں سے ہیں مومن تھے۔ لیکن بعض مفسرین نے یہاں بحث یہ کی ہے کہ آیت کریمہ میں "تقلبك فی کل الساجدین" نہیں کہا ہے اس لئے تمام آباؤ اجداد کا مومن ہونا لازم نہیں آتا اس کا جواب یہ ہے سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کا نقیض ہوتا ہے اگر حضور اکرمؐ کے آباؤ اجداد میں سے ایک بھی کافر ہو تو عموم آیت صحیح قرار نہیں پائے گی۔

جبکہ آیت عام مفہوم پر مشتمل ہے اس میں اجمال اور احتمال نہیں اور ساجدین میں الف اور لام عموم پر دلالت کرتے ہیں اس پر تمام علماء اصول کا اتفاق ہے۔

دوسرے یہ کہ جب آیات قرآنی اور احادیث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے تو کیا کسی مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ صریح احادیث کو جو قرآن کی تفسیر ہیں ان کو جھٹلاتے ہیں اور ایک مسلمان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ان احادیث کو جھٹلائے۔ جبکہ علما انسانیت کے نزدیک بھی لابا ابراہیم سے مراد تارخ یا تارخور یا تارح میں آذر ہرگز مراد نہیں۔

(۱۲) ولایت تکوینہ کی تکذیب:

ایک دفعہ ریڈیو میں اپنے ایک خطاب کے دوران یوں کہا "اب آپ ولایت تکوینہ کے بارے میں سنیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انبیاء اور ائمہ کائنات کے ولی ہونے میں بالکل خدا کی طرح ہیں لیکن خدا کی ولایت مطلقہ ہے اور وہ کسی کو ولی بنانے کا محتاج بھی نہیں جو کائنات کے نظام کو چلائے"۔

اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند عالم کوئی بھی کام بغیر کسی حکمت کے نہیں

کرتا۔ خدا کے صالح بندے اس کی تائید کرتے ہیں اور شک کرنے والے اور جھٹلانے والوں کے نزدیک اپنے اولیاء کو کرامات دے کر لوگوں کے درمیان مقرب و معزز بناتا ہے۔

اسی طرح حدیث قدسی میں آیا ہے کہ "میرے بندے تو میری اطاعت کر اور میرے جیسا بن جا تم کسی چیز سے کہدو کہ ہو جا تو میرے حکم سے وہ ہو جائے گا"۔

اس طرح کوئی بھی شخص انبیاء کے معجزات اور کرامات کا انکار نہیں کر سکتا جو کسی انسان کی طاقت سے باہر کی بات ہیں۔ جو نظام کائنات میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں۔ زندہ کو مردہ اور مردہ کو زندہ کرتی ہیں اور اسی بنا پر آگ حضرت ابراہیم کے لئے گلزار بن گئی اور موسیٰ کے ہاتھ پر نو نشانیاں اور بلقیس کا تخت پلک جھپکنے سے بھی پہلے حاضر کرنے، امیر المومنینؑ کے لئے سورج کو پلٹانے وغیرہ کی تفصیل کے لئے استاد شیخ جلال الدین صغیر کی کتاب ولایت تکوینی کی طرف رجوع کریں۔

(۱۳) شفاعت کا انکار:

شفاعت کا انکار کرتے ہوئے بالکل عامیانہ سی دلیل پیش کرتے ہیں اور اسے صرف ایک ذہنی وابستگی قرار دیتے ہیں اور سورہ طٰہٰ کی آیت ۱۰۸ کی پیش کرتے ہیں کہ آوازیں اس دن خدا کے سامنے اس طرح گنگھائی جائیں گی کہ تو گنگناہٹ کے سوا کچھ بھی نہیں سنے گا اس دن کسی کی شفاعت کام نہیں آئے گی۔ سوائے ان کے جنہیں رحمن نے اجازت دی ہو اور ان سے راضی ہو جائے۔

شفاعت کیا ہے اس کے معنی کیا ہیں۔ یعنی تم چاہو تو کہہ سکتے ہو یا رسول اللہؐ آپ ہماری شفاعت کریں۔ اے امیر المومنینؑ آپ ہماری شفاعت کریں اے خاتون جنت آپ ہماری شفاعت کریں۔

یعنی خداوند عالم چاہتا ہے کہ انسان کی مغفرت کرے اور ساتھ ہی یہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے نبی کو عزت بخشے کہ وہ جس کی چاہیں شفاعت کریں لیکن اللہ کو کسی واسطے کی حاجت بھی نہیں۔

اس سے تو یہ زیادہ مناسب ہے کہ ہم براہ راست خدا سے مخاطب ہوں خدا بھی یہ چاہتا کہ ہم بلاواسطہ اس سے مخاطب ہوں جیسے کہ کہا اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا اور انبیاء اور اولیاء تو صرف بندوں کی ہدایت کے ذریعے ہیں انبیاء اور ائمہ آپ کے نزدیک اتنا مقام رکھتے ہیں خدا کے پاس اتنے نہیں۔

اس طرح اس شخص نے بہت ساری احادیث اور ایسی دلیلوں کا انکار ہے جس پر علما کا اجماع ہے اور شفاعت کے بارے میں یہ بھی ایک ثابت شدہ حقیقت ہے کہ شفاعت کا حق ہر کسی کو حاصل ہے۔ خدا اپنے تمام محبوب بندوں کو جسے بھی چاہے گا شفاعت کا حق دے گا جو خدا کے نزدیک اس کے مرتبہ و مقام کے مطابق ہوگا چاہے نبی ہو یا ولی ہو۔

جو بھی شخص خدا کی زیادہ سے زیادہ خوشنودی حاصل کر چکا ہو تو اسے عمومی شفاعت کا حکم عام دیتا ہے جیسے کہ ارشاد ہوا "ولسوف يعطيك ربك فترضى" اس کی تفسیر میں ہے کہ رسول اکرمؐ اپنی امت کی زیادہ سے زیادہ تعداد

سے کم کی شفاعت پر راضی نہیں ہوں گے۔

احادیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا قیامت کے دن اپنے شیعوں اور محبوں کو اس طرح شفاعت کے ذریعے اٹھائیں گی جیسے ایک پرندہ کھیت سے دانہ اٹھالیتا ہے۔

ہم ایک بار پھر یہی بات دہرائیں گے کہ خداوند عالم اپنے جن بندوں کو کرامت دینا چاہتا ہے تو اس کی خدا کی احتیاج کے ساتھ کوئی وابستگی نہیں خدا نے تو فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو۔ میں قبول کروں گا اس میں کسی واسطے کا ذکر نہیں لیکن واسطہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی دعا جلد قبول ہو جائے اور خدا بھی اسی پر ابھارتا ہے کہ "اتقوا اللّٰہ وابتغوا الیہ الوسیلہ"

خدا سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ چاہو۔

(مائدہ آیت ۳۵)

نیز ارشاد ہوا "اولئك الذین یدعون یبتغون الی ربھم الوسیلہ ایھم اقرب" یہ لوگ خدا سے دعا مانگتے ہیں تو وسیلہ لے کر آتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی مقرب ہو۔

(سورہ اسراء آیت ۵۷)

اس طرح جو بھی شخص خدا سے تقرب رکھتا ہے۔ دوری رکھنے والے کی شفاعت کر سکتا ہے۔ اس پر بہت ساری احادیث میں اور شیعوں کا اجماع بھی ہے۔ یہاں مشکل یہ ہے کہ یہ شخص آیات درج کر کے اپنے مقصد کے مطابق تشریح کرتا ہے اور ان آیات اور احادیث کو بھول جاتا ہے جو مفہوم پر زیادہ دلالت

کرتی ہیں اور نہ ہی علما کے اقوال پیش کرتا ہے مگر جب اسے مذاق اڑانا ہوتا ہے تو علما کے اقوال بیان کرتا ہے اور شیخین کے اختلافات کو بیان کرنے لگتا ہے جو شیعہ کے بر خلاف جاتی ہیں۔

(۱۴) کفار کا دفاع اور انہیں اسلام اور مسلمانوں کے برابر جاننا:

اپنی تقاریر کے ذریعے جو اکثر ریڈیو سے ہوتی ہیں یوں کہتے ہیں: ”خود توریت بھی الٰہی روح کی حامل ہے جو فلسفہ الٰہی سے منسلک ہے اور صرف مادی مکتب نہیں۔ انجیل اور قرآن خدا کی طرف سے نازل کی ہوئی دو کتابیں ہیں۔ ہم کس طرح جانیں کہ کونسی کتاب صحیح ہے۔ انجیل صحیح یا قرآن صحیح ہے اور اگر ان دونوں میں چند اختلافات ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ پوری کتاب کی مخالفت کی جائے۔ اسی لئے جب حضور اکرمؐ کے زمانے میں یہود آکر آپ سے بحث کرتے تھے تو آپ پہلے مرحلے میں ہی تورات سامنے رکھواتے تھے جیسا کہ ارشاد ہوا:

قال فاتوا بالتوراة فاتلوها ان كنتم صادقين.

اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ پہلے تورات کا اعتراف کر کے پھر قرآن کی بات بیچ میں لاتے تھے اسی طرح قرآن اہل انجیل کے لئے کہتا ہے کہ تم لوگ اسی کے مطابق فیصلہ کرو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل کیا ہے اور اسی طرح اہل تورات اسی کے مطابق فیصلہ کریں جسے خداوند عالم نے ان پر نازل کیا ہے اس میں کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آسکتی۔

یہ بھی ایک بناوٹی بات ہے

پہلے تو یہ کہ مسیحی کوئی مادی حالت کا نام نہیں بلکہ ایک الٰہی فلسفہ ہے تو یہ بات اس کے حقیقی ہونے کا ثبوت نہیں اور اس کے ذریعے عبادت کی درستی ثابت نہیں اور نہ اس کا دفاع کرنا لازمی ہے۔

دوسرے یہ کہ تمہیں خدا کا واسطہ تم یہ بتاؤ کہ توارت ، انجیل کا وہ کونسا جملہ ہے جو باطل اور بے ہودہ نہیں ہے! ہاں صرف اس قدر کہ اس میں حضور اکرمؐ کے بارے میں چند اشارات اور بعض ایسی عبادات میں ملتی ہیں جو ایک دوسرے کے نقیض نہیں۔ ایسی کتابیں کس طرح قرآن مجید کے مساوی قرار دی جاسکتی ہیں جس کے سامنے عالم بشریت عاجز ہے "الذی لا یأتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه" یہ وہ چیز ہے جس میں کسی بھی طرف سے باطل داخل نہیں ہوسکتا جبکہ منسوخ شدہ کتب میں گمراہ کن اور ناقص کتب بھی شامل ہیں۔

ہاں حضور اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ کا توارت سے ثبوت پیش کرنا اصل توریت اور انجیل سے تھا جن کی انہیں معرفت تھی۔ جسے ان لوگوں نے ہی تحریف کے ذریعے بگاڑ دیا اور اب ان کا کوئی اثر تک باقی نہیں رہا ہے جسے انجیل اور توریت کہا جائے۔ ایسی ہی صورتحال انجیل کے بارے میں فیصلہ کرنے کا بھی ہے جو ابھی ان کے ہاتھوں میں موجود ہیں۔ ورنہ ان کی باتوں کو قرآن کی اس آیت کے ساتھ کیسے قبول کرسکتے ہیں "و من یتبع غیر الإسلام دینا فلن یقبل منه و هو فی الاخرا من الخاسرین"۔

اگر ان کتابوں یعنی توریت اور انجیل کے ذریعے مسلمانوں کو فیصلہ کرنا جائز ہوتا تو ان کتب اور قرآن میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اگر فرق نہیں رہتا ہے تو قرآن کی ضرورت ہی ختم ہو جاتی ہے۔

(۱۵) رجعت کو جھٹلانا:

انہوں نے کہا ہے کہ رجعت بعثت سے بڑھ کر تکلیف کا باعث نہیں لیکن ان لوگوں نے اس کی ضرورت اور اہمیت پر بہت زور دیا ہے۔ اگر اس کے ذریعے انصاف مقصود ہے تو یہ قیامت کے دن حاصل ہو جائے گا کہ ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لیا جائے گا اور اگر حق کو باطل پر ظاہر کرنا مطلوب ہو تو یہ حضرت امام مہدیؑ کی حکومت میں ہو جائے گا اور اگر معاملہ مومنین کی خواہشات کا ہے کہ حق کی حکومت میں متحقق ہو جائے تو اور ان کے دل کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو یہ رجعت میں ممکن ہے مگر یہ بھی قیامت کے دن اچھے طریقے سے متحقق ہو گا۔

میں یہاں پر کہتا ہوں کہ سب سے مشکل مرحلہ اس کہنے والے کے علم و ادلہ کی کمی اور چیزوں کی توجہ اپنی ذاتی رائے سے کرنے کی وجہ سے ہے اور ساتھ ہی اس کے عقیدے کی کمی اور اجتہاد میں کمی بھی اس کی اس مشکل کا سبب ہے۔

چوتھی وجہ حق کی حکمران اور حکومت ہے جو انشاء اللہ عنقریب آئے گی۔ اس حکومت کے آنے کے بعد لوگ قانع ہو جائیں گے مگر لوگ اس حکومت کے آنے پر قانع نہیں ہونگے جب تک وہ افراد نہیں اٹھائے جائیں جن سے یہ تمسک

رکھتے تھے اور ساتھ ہی ان کے دشمنوں کو بھی ظاہر کر کے لوگوں کے سامنے انہیں رسوانہ کیا جائے اور ان کے زمانے کے مومنین کی مظلومیت ثابت نہیں کی جائے ۔اور رجعت کا یہ مقصد اس کے تمام مقاصد اور اہداف سے اہم ترین مقصد ہے جس سے یہ شخص غافل ہے اور خدا تو دنیاو آخرت میں عقاب کر کے غالب آنے والا ہے اور اس کی بہت ساری دلیلیں موجود ہیں۔

سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۱۱ میں ارشاد ہوا ہے : ولو اننا نزلنا الیھم الملائکه و کلمھم الموتی و حشرنا علیھم کل شئی قبلا ما کانوا لیؤمنوا۔

اور اے رسول سچ تو یہ ہے کہ ہم اگر ان کے پاس فرشتے بھی نازل کرتے اور ان سے مردے بھی نازل کرتے اور تمام چیزیں گروہ در گروہ ان کے سامنے لا کر کھڑا کرتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے ۔اور حضرت حجتہؑ کے عصر میں بھی ایسا ہی ہوگا کہ ان کے ساتھ مردے باتیں کریں گے اور لوگ اپنی اپنی عقلوں کی وسعت کے مطابق ایمان لائیں گے اور سورہ نمل کی آیت میں ارشاد ہوا :

"یوم نحشر من کل أمة فوجا ممن یکذب بایتنا فھم یوزعون"

اس دن کو یاد کرو جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایسے گروہ کو جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے جمع کریں گے اور پھر ان کو علیحدہ علیحدہ ٹولیاں کریں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اس آیت کے بارے میں علمائے عامہ کا خیال ہے کہ ہر امت سے ایک ایک گروہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا کیا یہ صحیح ہے۔ فرمایا نہیں تو کیا قیامت

کے دن ہر امت سے ایک ایک گروہ کو اٹھا کر باقیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ نہیں بلکہ اس آیت سے مراد رجعت کا زمانہ ہے اور قیامت کے بارے میں تو واضح فرمایا گیا ہے :و حشرنا هم فلم نغا در منهم احدا۔

ہم ان سب کو محشور کریں گے اور کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے یہ حدیث بڑی طویل ہے۔

(۱٦) اہل بیتؑ کی پیروی کی نہی کرتے ہیں :

انہوں نے کہا ہے کہ تم اہل بیتؑ کی ولایت کی پیروی پر زیادہ گہرائی میں مت جاؤ ورنہ تم دو گروہ بن جاؤ گے ۔ تمہیں خدا کی قسم ہے کیا تم نے کوئی ایسا لفظ شیعہ فقہاء سے سنا ہے یا کسی محبّ اہل بیتؑ یا محبّ رسول سے ایسی بات سنی ہے۔

اس کہنے والے نے جو اہل بیتؑ کی شان گھٹانے والا ہے کیا خداوند عالم کا یہ قول نہیں سنا ہے :

قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودا فی القربی

کہہ دیجئے اے رسولؐ کہ میں تم سے کچھ بھی رسالت کے اجر کے طور پر نہیں مانگتا مگر یہ کہ تم میرے قربیٰ کے ساتھ مودت اختیار کرو۔

اس موضوع پر تواتر کے ساتھ احادیث موجود ہیں اور جس انداز میں خطاب اہل بیت کی ولایت کے بارے میں کیا گیا ہے ایسا خطاب کسی اور موضوع پر نہیں ہوا ہے ۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر ایک شخص راتوں کو بیدار رہ کر عبادت کرے اور دنوں کو روزے رکھے اور قیامت کے دن اہل بیت کی ولایت کے بغیر جائے تو وہ سب کچھ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا اور اسے جہنم بھیجے جانے کا حکم

ملے گا بلکہ ایسا کہنا ضروریات اسلام کے بالکل مخالف ہے کیونکہ تمام مسلمانوں کا محبت اہلبیت پر اجماع ہے۔

(۱۷) شہادت ثالثہ کے بارے میں ظلم :

انہوں نے ولایت علی کا عملی طور پر اہتمام نہ کرتے ہوئے اپنی نماز کی اقامت میں ولایت امیر المومنین کی گواہی نہیں دی جبکہ تمام علمائے اعلام اور ان کے مقلدین کا اجماع ہے کہ اذان واقامہ میں علیؑ کی ولایت کی گواہی دی جائے ان میں سے بعض اس کی جزیت کے قائل نہیں اور ان کے پاس اس کا جزو اذان ہونا ثابت نہیں ہے اور بعض کے نزدیک جزو ہے جیسے میں اور بعض میرے اساتذہ کرام کیونکہ ہمارے نزدیک ثابت ہے اور جن کے پاس ثابت نہیں ان کے ہاں بھی اس کا استحباب شرعی ثابت ہے۔

سید حکیم اعلی اللہ مقامہ نے مستمسک میں فرمایا کہ رسالت کی گواہی کے بعد ولایت علی کی گواہی اس زمانے میں اذان واقامہ میں کہنا شعائر ایمان میں سے ہے اور تشیع کے رموز میں سے ایک ہے اس بنا پر یہ گواہی رائج ہے اور بعض اوقات واجب بھی ہے اس بارے میں میرا فتویٰ ہے کہ یہ گواہی دینا واجب ہے کیونکہ اس کا ترک کرنا مومنین کے ساتھ دشمنی اور عداوت کے مترادف ہے۔

اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں جیسے ہمارے استاد محترم میرزا باقر زنجانی نے کتاب سر الایمان سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے ملاحظہ ہو : سر الایمان شہادۃ الثالثہ فی الاذان عبد الرزاق مقرم، صفحہ ۵۸۔

انہوں نے کہا ہے : بسم اللہ الرحمن الرحیم علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی

ولایت اور ان کی امامت کا اعلان کرنا واجب ہے اور دین اسلامی کا صلہ اور رسالت کا اجر ہے۔ اسی پر خداوند عالم نے ہمارے دین کو کامل کیا اور اسلام کو ہمارے لئے پسند فرمایا۔ پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر اس کا اقرار کرنا ایک پسندیدہ اور مطلوب فعل ہے کیونکہ آپ کی ولایت کی گواہی فرشتوں نے دی ہے جبکہ ان کی شہادت کے ساتھ خدا کی وحدانیت اور حضرت محمدؐ کی رسالت کی شہادت ہے۔

اسی شہادت کو حضرت رسول اکرمؐ نے معراج کی رات سنا جو ہمارے ائمہ ہدیٰ کی زبانی ہم تک پہنچی کہ قول لا اله الا الله محمد رسول الله کے بعد علی امیر المومنینؑ مطلق طور پر ہے۔ اسی بنا پر امامیہ کے اخلاف نے اپنے اسلاف سے یہ اخذ کیا اور ہر اذان کے مینار سے بالکل جہری طور سے یہ گواہی دیں تاکہ تمام فرق مسلمہ اسے سنیں۔ خداوند عالم شیعوں کی اولاد کو ثابت قدم رکھے اور وہ اپنے اسلاف کی اس نشانی کو حفاظت سے رکھیں اور اپنے علمائے ابرار کی اطاعت کرتے ہوئے اس شعار کو ترک نہ کریں۔ خدا ان کی توفیقات میں اضافہ کرے۔

خداوند عالم کا ارشاد ہے: ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى و نصله جهنم وساء ت مصرا

جو شخص راہ راست کے ظاہر ہونے کے بعد رسول سے سرکشی کرے اور مومنین کے راستے کے علاوہ چلے تو جدھر وہ پھر گیا ہم بھی اسے ادھر ہی پھیر دیں گے اور آخر کار اسے جہنم کی آگ میں جھونک دیں گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔

(سورہ نساء آیت ۱۱۵)

(۱۸) بعض مشہور دعاؤں کو جھٹلانا:

انہوں نے دعائے توسل کے بارے میں کہا ہے: دعائے توسل کی روایت ثابت نہیں ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بعض علمانے اسے تالیف کیا ہے اور لکھا ہے لہذا یہ دعا ائمہ سے ثابت نہیں۔

اسی طرح فرج کے بارے میں کہا ہے: یہ وہ دعا ہے جس میں بہت زیادہ بے قراری اور تڑپ کا اظہار کیا گیا ہے اور اس میں توسل دیا گیا ہے جو ان کی محبت میں زیادہ غرق ہونے کی وجہ سے ہے۔اسی بنا پر ہم دعائے فرج کے بارے میں کہتے ہیں:

جس میں یا محمدٌ یا علیٌ یاعلیٌ یا محمدٌ اکفیانی فانکما کافیان وانصرانی فانکما ناصران.

اے محمدؐ اے علیؑ، اے علیؑ اے محمدؐ آپ دونوں میرے لئے کفایت کریں کیونکہ آپ دونوں میرے لیے کافی ہیں آپ دونوں میرے مددگار ہیں میری مدد کریں۔

جیسے الفاظ ہیں ان پر ہم اعتماد نہیں کر سکتے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ دعا ائمہ سے وارد نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ بعض علما کی بنائی ہوئی ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ میں اس دعا کے پڑھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

میں نے اکثر اس شخص کی تالیف و تقریر وغیرہ میں انا نحن اور راینا کے الفاظ کثرت سے دیکھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص بڑائی کی بیماری میں گرفتار ہے۔

اس شخص کی یہ باتیں ایک ایسے وقت میں ہیں جب خدا کے فضل سے مسلمانوں کے فقہا صحیح و سلامت ہیں۔ خصوصاً فقہا شیعہ جن کے نزدیک دعا مانگنا مستحبات میں سے ہے چاہے وہ دعا ائمہ سے وارد ہو یا نہ ہو اور کتاب و سنت کی دلیلیں بھی موجود ہیں کہ تم اولیاء اللہ سے رجوع کرتے ہوئے دعائیں مانگو کیونکہ یہ لوگ خدا تک پہنچنے کا دروازہ ہیں اور یہاں تو امام مبین کو وسیلہ بنایا گیا ہے اور عنقریب ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا جیسے کہ ارشاد باری ہے:

یوم ندعوا کل اناس بامامھم

ہم قیامت کے دن تمام انسانوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے اور

اس مفہوم پر بہت ساری احادیث اور روایات موجود ہیں ان کے علاوہ وہ ادلہ بھی ہیں جن پر علماء شیعہ کا اجماع ہے جن میں سے بعض تو قید کی شرط کے ساتھ ہیں اور بعض کا استحباب شرعی ثابت ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جو کچھ آیت "و قفوھم انھم مسئولون" کی تفسیر میں مروی ہے کہ ہم اہل بیتؑ کی ولایت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ نیز آیت "ثم تسئلن یومیذ عن النعیم" کی تفسیر کے بارے میں فرمایا نعیم سے مراد ہم اہل بیتؑ کی محبت ہے۔ اسی طرح ابو حنیفہ کے ساتھ ایک طویل حدیث میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت "فلینظر الانسان الی طعامه" کی تفسیر میں فرمایا یعنی وہ اپنے علم کی طرف دیکھے کہ وہ کس سے لیا گیا ہے اگر کسی نے اپنا علم امام سے لے کر اس پر عمل کیا ہے تو لے لیا جائے گا اور اگر ان کے غیر سے لیا گیا ہے تو چھوڑ دیا جائے گا یعنی قبول نہیں کیا

جائے گا۔

(۱۹) حضرت زہراؑ کے حق کے غضب سے انکار:

اگر ہم یہاں اس شخص کے کچھ الفاظ نقل کریں تو کوئی حرج نہیں ہوگا جو حضرت زہراؑ کے حق کے بارے میں ہیں اور پھر ہم اس کا محاسبہ کریں گے۔

اپنے ذاتی تصور کی بنا پر حضرت زہراؑ کے گریہ کرنے سے انکار یوں کیا ہے: "ہم حضرت زہراؑ کو ایک ایسا انسان تصور نہیں کر سکتے جیسے دن رات میں اور کوئی کام نہیں تھا اور آپ صرف گریہ کرتی رہی ہیں۔ ایک ایسا انسان جو اہل مدینہ کو تڑپا رہی تھیں۔ جیسے کہ ذاکرین کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی وفات کے غم میں اس طرح روتی تھیں"۔

اس کا جواب یوں ہے کہ تم اس صورت حال کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ تصور کر سکتے ہو۔ تمہاری فکر کا دائرہ بہت تنگ ہے اور یہ مقدس خاتون جس کے باپ کو قتل کیا گیا۔ سید المرسلین تھے جن کی وفات کے فوراً بعد جیسے کہ بعض کتابوں میں ہے کہ گھر کے باہر آگ لگانے کے لئے لکڑیاں تک جمع کی گئیں، ان کے شوہر سے ان کا الٰہی منصب چھین لیا گیا۔ خود انہیں دروازے اور دیوار کے درمیان فشار کا شکار کیا گیا جس کی موروثی زمین غضب کی گئی۔ یہی ان کا ذریعہ معاش تھا جس پر آپؑ کے اہل خانہ گزارہ کرتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ حمل ساقط کیا گیا، طمانچے مارے گئے۔ پسلی توڑ دی گئی۔ شوہر کے گلے میں عمامہ ڈال کر گھسیٹا گیا۔ یہ تمام ظلم بڑی تفصیل کے ساتھ اہل سنت کی کتب میں لکھے ہوئے ہیں۔ کتب شیعہ میں بھی یہ روایتیں موجود ہیں۔

پھر جس نے تمہیں کہا ہے کہ جناب (سیدہؑ) کسی وقفے کے بغیر روتی رہتیں تھیں پھر ان کی نماز کہاں ہے اور ان کی نیند اور کھانا کہاں گئے۔ جی ہاں وہ ہمیشہ اپنے سر (مبارک) کو باندھ کر رکھتی تھیں۔ ان کا جسم اطہر بہت لاغر ہو چکا تھا اور آنکھیں ہمیشہ اشکبار تھیں یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا جبکہ ان کی عمر ابھی تازہ کھلے ہوئے پھول کی مانند تھی۔

اہل مدینہ کو ان سے تکلیف پہنچنا ایک قدرتی بات ہے جیسا کہ انہوں نے ان کے والد بزرگوارؐ کو تکلیف پہنچایا اور ان کے خلاف کئی مواقع پر سرکشی کی۔ یہاں تک کہ اسامہ کی فوج کی تیاری کے سلسلے میں آنحضرتؐ نے ان پر لعنت بھیج دی۔

انہی لوگوں نے رزیہ یوم خمیس (روز جمعرات) میں (وہ ہذیان بکتا ہے کہہ کر) ان کے احکامات اور باتوں کو جھٹلا دیا۔ اسی طرح انہوں نے حضرت علیؑ کو اذیتیں اور انہیں مسجد سے کھینچ کر باہر نکال دیا اور آخر کار ان لوگوں نے ان کو منصب (خلافت) دینے سے انکار کر دیا اور اس کی ملکیت کا دعویٰ کر کے اسے ان کے چھین لیا اور ان کے گواہوں کو بھی جھٹلا دیا۔ اسی طرح ان کے طویل اور مفصل خطبے کو بھی ماننے سے انکار کر دیا۔

دوسرے اس (شخص) نے تاریخی طور پر ثابت شدہ حقیقتوں کو جھٹلایا ان میں سی بعض یہ ہیں۔ اس نے کہا:

میں بہت سی احادیث کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا جس میں کہا گیا ہے کہ لوگوں نے ان کی پسلیوں کو توڑ ڈالا اور ان (سیدہؑ) کو منہ کے بل گرا دیا اور اس

طرح کی دوسری باتیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ اگر اسلام اور قرآن کی سچائی اور ان بزرگوں کی سچائی سے اتفاق نہیں جنہیں خدا نے مسلمانوں کی رہنما اور قرآن مجید کا ترجمان بنا کر بھیجا ہو تو پھر کس پر اتفاق ہو سکتا ہے۔

یہ لوگ ان میں سے نہیں جنہیں امت کی قیادت سونپی گئی تھی۔ ان لوگوں نے ظلم و جور سے اقتدار حاصل کیا اور رسول خداؐ کے منصوص حکم سے بغاوت کی۔ اگر تم ان تمام باتوں سے متفق ہو تو ان تمام واقعات سے بھی اتفاق کرنا جو سنی اور شیعہ دونوں معتبر ذرائع سے نقل کی گئی ہیں جن میں دختر رسولؐ کے خلاف اٹھانے والے اقدامات، ان کی ناراضگی اور قتل شامل ہیں۔

تیسرا جناب سیدہؑ اور ان پر ظلم کرنے والے ظالموں کے درمیان جھوٹی مصالحت اور وہ بھی لگے لپٹے الفاظ میں۔

اس شخص نے کہا: انہوں (جناب سیدہؑ) نے مہاجرین اور انصار کے ساتھ گفت و شنید کی اور انہیں اس بات پر آمادہ کیا۔ مگر انہوں نے کہا کہ اگر علیؑ پہلے اس بات کا ذکر ہم سے کرتے تو ہم ان کا ساتھ دیتے مگر اب تو ہم ان (ابوبکر) کی بیعت کر چکے ہیں۔

اسی لئے مزید کہتا ہے کہ جناب سیدہ ان کی عورتوں اور بچوں سے راضی ہو کر خوشی خوشی گھر کو لوٹ آئیں جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جناب سیدہ نہایت ناراضگی سے روتے ہوئے واپس تشریف لے گئیں جس کے بعد بعض عورتیں وہاں جمع ہونے لگیں جن سے خطاب کرتے ہوئے جناب سیدہؑ نے

سخت لہجہ اپنایا اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالی سے اس بات کی شکایت کروں گی۔ اس سلسلے میں تمام مصادر سے نقل ہونے والے دوسرے خطبہ میں جس کی ابتداء (اصبحت قالیة لرجا لکن) سے ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے بعد شیخین کی طرف سے معذرت کی کہانی پیش کی ہے جس میں شیخین نے کہا ہے کہ ان کو جناب سیدہؑ کی ناراضگی کا غم ہوا اور ان کے پاس شرفیابی کے لئے حضرت علیؑ سے اجازت طلب کی جس پر حضرت نے فرمایا کہ یہ گھر آپ ہی کا ہے۔ جس کے بعد دونوں آ ئے اور ان کے پاس بیٹھے اور پھر ان سے معمول کے مطابق بات کی۔

یہ جھوٹ ہے اور یہ ظالمانہ صلح ہے۔ واقعہ بیان کرنے والے پر لازم تھا کہ اس ملاقات کی مکمل روداد پیش کرتا اور باقی تمام باتوں کا بھی ذکر کرتا جب کہ الغدیر جلد ۷ ص ۲۲۹ میں لکھا ہے :

جب وہ دونوں ان (جناب سیدہؑ) کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے دیوار کی طرف منہ موڑ لیا۔ دونوں نے سلام کیا۔ انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر ابو بکر نے بات شروع کی۔ جناب زہراؑ نے خدا کا واسطہ دے کر فرمایا : کیا رسول اللہؐ کو یہ کہتے ہوئے تم دونوں نے نہیں سنا کہ فاطمہؑ کی خوشنودی میری خوشنودی ہے اور فاطمہؑ کی ناراضگی میری ناراضگی ہے اور جس نے میری بیٹی فاطمہؑ سے محبت کی تو وہ میری محبت ہے اور جس نے فاطمہؑ کی خوشنودی حاصل کی اس نے میری خوشنودی حاصل کی اور جس نے فاطمہؑ کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ دونوں نے کہا : جی ہاں ہم نے رسول خداؐ سے سنا ہے۔ جناب

سیدہؑ نے فرمایا: خدا اور اس کے ملائکہ کو گواہ بناتی ہوں کہ تم دونوں نے مجھے ناراض کیا ہے۔ تم دونوں نے مجھے خوش نہیں رکھا ہے اور اگر پیغمبرؐ سے ملاقات ہو جائے تو ان سے تم دونوں کی شکایت کروں گی اور پھر یہ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم ہر نماز میں تم پر نفرین کرتی رہوں گی۔

(الامامہ والسیاستہ ج ۱، ص ۱۴ ۱۷)

اسی سطر (حافظ کی کتاب، ج ۳، ص ۲۱۴ اور الغدیر، ص ۷ ۲۲) میں ان کی وصیت کا ذکر کیا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ انہیں رات کو چھپا کر دفنا دیا جائے اور ان پر ظلم کرنے والوں کو ان کے جنازے میں شرکت کرنے سے منع کر دیا۔ یہ حدیث چند مصادر خصوصاً صحیح مسلم، ج ۲، ص ۷۲ سے نقل کی گئی ہے۔

اور ص ۱۴ ۱۷ پر جناب سیدہؑ کے گھر پر حملہ کے علاوہ ان کی فضیلت پر مبنی احادیث درج ہیں۔ جبکہ ص ۸۰ اور ۲۹ میں ان کے دروازے کو آگ لگانے اور حافظ ابراہیم کا اس سلسلے میں لکھا ہوا منظوم واقعہ درج ہے۔

ص ۸ ۷ پر حضرت علیؑ کو بیعت کے لئے مسجد کی طرف کھینچ کر لے جانا اور بیعت نہ کرنے کی صورت میں قتل کرنے کی دھمکی دینا درج ہے۔

ان کے پیچھے جناب سیدہؑ کا فریاد کرنا کئی مصادر (حوالوں) سے نقل کیا گیا ہے۔ جناب سیدہؑ پر آنے والے آلام و مصائب اور ان پر کی گئی زیادتیوں سے متعلق علامہ خطیب شیخ عبدالحمید المہاجر نے کئی شیعہ اور سنی حوالوں سے ذکر کیا ہے۔

کسی سوال کرنے والے نے اس سے پوچھا کہ (جناب سیدہؑ) جن کی اعلیٰ ظرفی کی مثال نہیں ملتی کیونکر اپنے قبر کو پوشیدہ رکھنے پر اصرار کرتی تھیں۔

تو اس نے کہا کہ یہ احتجاج کا مسئلہ تھا اور بعد میں ان کا قبر کا پتہ لگالیا گیا۔ یہ بھی درست نہیں اور ان کی قبر کا اب تک پتہ نہیں لگایا جاسکا ہے۔

(۲۰) جناب زہراؑ کی حضرت مریمؑ سے برابری:

کسی پوچھنے والے نے پوچھا: حضرت مریم کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے کہ "یا مریم ....." ترجمہ (اے مریم خدا نے تجھے .....) پھر یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب سیدہؑ ہی سیدہ نساء العالمین ہیں؟ اس نے نہایت شکست خوردہ اور اہانت آمیز لہجے میں کہا "ایک حدیث ہے کہ جناب مریم اپنے زمانے کی عورتوں کی رہنما اور پیشوا ہیں اور فاطمہؑ تمام زمانے کی عورتوں کی پیشوا ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سیدہ نساء العالمین ہوں۔ اس میں کوئی قباحت بھی نہیں۔ اگر وہ لوگ اس بارے میں مخالفت نہیں کرتے ہیں تو ان سے اختلاف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

چاہے جناب فاطمہؑ افضل ہوں یا جناب مریمؑ ہمیں کیا ملتا ہے۔ اس سے ایک دوسرے سے تعلقات خراب ہونے کے علاوہ کچھ نہیں ملتا۔

یہ جواب سات لائنوں پر مشتمل تھا جس کے الفاظ کسی عالم اور فقیہ کے الفاظ جیسے نہیں تھے۔

مجھے پتہ نہیں کیوں عقیدے کے لحاظ سے یہ مسئلہ کم نہیں ہے جبکہ اس کا تعلق اسلام کی افضلیت اور دوسرے ادیان پر اس کی سبقت سے ہے اور اس بات کا

انکار حقیقت میں مسلمانوں کو دوسرے مذاہب پر حاصل سبقت اور دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے مقابلے میں انہیں حاصل خاتمیت کے مقام کا انکار ہے۔

اس پر لازم تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی حقانیت کا جواب دے اور یہ کہ وہ امت مرحومہ اور اس کا پیغمبر تمام انبیاء علیہم السلام کا سرور اور خاتم الانبیاء ہے۔

یہ بھی تمام عورتوں پر حضرت مریم کی فضیلت سے متعلق آیت کی مانند ہے اگر بنی اسرائیل کی افضلیت کا دعویٰ درست ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یہودی مسلمانوں سے افضل ہے جبکہ یہ خیال قطعاً غلط ہے اور مسلمان اپنی کتاب اپنے نبی اور ان کی خاتمیت اور آئمہ علیہ الصلواۃ والسلام کے لحاظ سے دوسروں پر افضل ہیں۔

اسی لئے علیؑ سید الوصیین قرار پائے اور حسنؑ او حسینؑ جنت کے تمام جوانوں کے سردار ہیں۔

جواب دینے والے نے یا تو پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ علیہم السلام کی معتبر احادیث کا مطالعہ نہیں ہے تاکہ جواب دے سکے یا جان کر ان احادیث کی اہمیت کا انکار کیا ہے۔

(۲۱) حضرت زہراؑ کی مصیبت کو کمتر سمجھنا:

اس نے اپنے جواب میں سوال کیا: اور اگر فرض کریں کہ میرا خیال ہے کہ جانب سیدہؑ کے سینے کی ہڈی ٹوٹ گئی یا نہیں ٹوٹی تو یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے۔ اس کا دینی عقائد سے کیا تعلق ہے۔ کیا شیعت ایک تاریخی واقعہ ہے کہ فلاں

شخص نے فلاں کو قتل کیا۔

میں کہتا ہوں جناب سیدہ زہراؑ کی زد و کوب کا اسلام اور دین سے کیوں تعلق نہیں کیا وہ رسول خداؐ کی نمائندگی نہیں کرتیں۔ یہاں تک کہ جناب رسولؐ نے فرمایا ان کی خوشنودی میری خوشنودی اور ان کی ناراضگی میری ناراضگی ہے۔

جناب سیدہ اپنے والد بزرگوارؐ کی ماں ہیں جس کا مطلب ہے کہ وہ اس عقیدہ اور مشن کی ماں ہیں جسے رسول خداؐ نے پیش کیا اور وہ (جناب سیدہؑ) ذریت عصمت کی ماں ہیں۔ لہذا ان کو زد و کوب کرنا جناب رسول خداؐ پر، ان کی رسالت اور ناموس پر ہاتھ اٹھانے کا مترادف ہے اور اس طرح وہی سوچ سکتا ہے جس کو عقل ہے۔

(۲۲) امیر المومنینؑ کی اہانت اور آپ کے ساتھ گستاخی:

کتاب "دعائے کمیل" کے سائے میں حضرت علیؑ کو بڑے گناہوں سے نسبت دے کر ان کی توہین کی ہے۔

اس بات کا کئی مرتبہ ذکر کر کے کہا ہے کہ امامؑ نے کہا: "و بالتالی لا ریب فی انك تعلم صدق اعتذاری و ندمی علی ما اسرفت و فرطت من عمری و تعلم صدق توبتی" ترجمہ: "آخر کار اس میں شک نہیں ہے کہ تم میری معذرت خواہی اور میری زندگی میں سرزد ہونے والی غلطیوں سے بخوبی واقف ہو اور میری توبہ کی سچائی سے بھی بخوبی آگاہ ہو۔ اس طرح اس بات کو مدنظر رکھے بغیر کہ امامؑ تواضع وانکساری میں اللہ سے مانگتا ہے جبکہ ان کا مقصد

امت کو اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ کس طرح خدا سے بخشش اور التجا کی جاتی ہے اور آپ ایسی کسی نافرمانی کرنے سے بہت بلند ہیں۔

دوسری جگہ پر کہتا ہے کہ (علیؑ) اپنی دعا کے اس مرحلے پر اس بات کا بیان کرتے ہیں کہ جس (کے لئے) کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ اور صفات کو وسیلہ بناتا ہے۔

پہلے اپنے ان گناہوں کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جو ان کی شخصیت اور ضمیر کو مسخ کرتے ہیں ان کو کمزور اور ناتوان بناتے ہیں جن سے ان کی قوت اور طاقت ختم ہو کر رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے کوئی اعتبار یا موقع یا زندگی میں کوئی ایمانی اور بھرپور رول ادا کرنے سے عاری رہتے ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ کیا علیؑ کے متعلق اس طرح کی باتیں کرنا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے ظاہراً ہمارے تمام ائمہؑ کے متعلق اس کا یہی خیال ہے۔

اس طرح اس نے دعا کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسی لئے حضرت علیؑ اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی مغفرت کا طلب کرتے ہیں کہ جس سے دل مر جاتا ہے جو دل کو گمراہ رکھتا ہے۔ پھر کہا ہے کہ تمہیں پتہ نہیں کہ علیؑ ہر لمحہ خوف میں مبتلا تھے۔ خاص کر ان گناہوں اور غلطیوں کی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگی ہے جو کبیرہ گناہوں میں شامل تھے جس میں سے ایک گناہ کمر توڑنے کے لئے کافی ہے۔

میرا کہنا ہے کہ یہ وہی باتیں ہیں جو خوارج نے ان کے ساتھ منسوب کیں اور اسی بنیاد پر ان کا خون اور ان کے اصحاب کا خون کر دیا اور بعض عورتوں کے

پیٹ چاک کیے۔

ان کی اس دعا کو کہ "ولا تفضحنی بخفی ما اطلعت علیه من سره"

ترجمہ : خدایا میرے ان رازوں کو افشا کر کے مجھے شرمسار نہ کر جن کے بارے میں تجھے علم ہے۔

اس نے اس بات کا ذکر کئے بغیر کہ علیؑ سے کوئی ایسا کام سرزد نہیں ہو سکتا جس میں شرمساری ہوں بلکہ ان کا مراد گنہگاروں کو درس و نصیحت کرنا ہے اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لکھنے والا اس بات کا عقیدہ نہیں رکھتا کہ علیؑ کی ولایت ، نبوت کے بعد کی کڑی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی رو سے بات نہیں کرتا بلکہ بیجا ایک لفظ بھی خدا سے منسوب نہیں کرتا اور ان کی ولایت خدا کی ولایت مطلقہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نام مبعوث انبیاء اور اوصیاء کی خصوصیت رہی ہے۔ خاص کر پیغمبر اسلام اور اس کے تمام وصی اور جانشین۔

یا یہ کہ وہ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ اولیائے خدا کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے اس نے اس بات کا اشارہ چند جگہوں میں وضاحت سے کیا ہے ۔لہذا ہمیں یا اس آیت کو نظر انداز کرنا چاہیے جس میں کہا ہے کہ "واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم"۔

ترجمہ :اللہ تعالیٰ اس کے رسولؐ اور تمہارے درمیان صاحبان امر ہیں ان کی اطاعت کرو اس لئے کہ ولی الامر کی اطاعت کا حکم اللہ اور رسول کی اطاعت کے سیاق و سباق میں آیا ہے ہم اپنی طرف سے اس آیت کو اپنے شرائط و قیود کے تحت بیان کیوں کریں ۔اسی طرح آیت "انما ولیکم اللہ و رسوله والذین

امنو الذین یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ و ھم راکعون"۔

اللہ اور رسولؐ سے منسوب کئے جانے والی ولایت میں ہر طرف سے لازمی ہے کہ ایک لمحے کے لئے گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہیے۔

تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ مذکورہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں اتری ہے ۔جب آپ نے حالت رکوع میں انگشتری زکوٰۃ میں دی۔

ایک اور مقام پر حضرت علیؑ کے متعلق کہتا ہے :اگر کسی نے ان کی تعریف و ستائش بیان کی تو فرماتے تھے :"خدایا مجھے میرے متعلق لوگوں کی سوچ اور خیالات سے بہتر بنا اور جن امور کے متعلق انہیں علم نہیں میری مغفرت فرما۔ خدایا سب میرے متعلق اچھی سوچ رکھتے ہیں مجھے لوگوں کی سوچ اور توقعات سے بہتر بنا۔ مگر خدایا تو ہی میری ان چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے جن کے متعلق لوگوں کو پتا بھی نہیں میری انہی چھپی ہوئی باتوں کی مغفرت فرما۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ یہ شخص کیسے بہتان امام پر باندھ رہا ہے۔ خدا اپنے اور اولیاء کے خلاف تہمت باندھنے والوں کو معاف نہیں کرے گا۔

(۲۳) امام حسینؑ کے خلاف توہین آمیز الفاظ کا استعمال :

ان کا کہنا ہے کہ امام حسینؑ کو حکومت اور طاقت کی خواہش تھی۔ اسی لئے انہوں نے جب یہ کہا "لوگو! رسول خداؐ نے فرمایا کہ جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظلم کرتا ہو اور حرام کو حلال قرار دیتا ہو اور خدا سے کیے گئے عہد سے منحرف ہوتا ہو اور سنت رسول خداؐ کی مخالفت کرتا ہو اپنے ماتحت کے ساتھ بے

انصافی سے پیش آتا ہو اور اس پر کسی قول و فعل کا اثر بھی نہ ہو تو خدا اسے اپنے انجام تک پہنچانے میں حق بجانب ہو گا۔

امام حسین علیہ السلام اس اسلامی مفہوم کے تحت اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ بات درست نہیں ہے امام علیہ السلام کے اس قول میں اور ظالم حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں کسی قسم کا ربط نہیں ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص نے رسول خداؐ، حضرت علیؑ، جناب سیدہؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے اقوال و احادیث کا مطالعہ نہیں کیا ہے۔ خاص کر امامؑ کے جہاد سے قبل والے مشہور خطبہ "خط الموت علی ولد ادم.. ..... کانی باوصالی هذه تقطعها عسلان الفلواتجس" میں تمام ساتھی اور اصحاب کو بتا دیا کہ سب ان کے ساتھ قتل کیئے جائیں گے یہاں تک کہ گود کا بچہ بھی قتل کر دیا جائے گا اور انہیں جنت میں ملنے والی جگہ بھی دکھا دی تھی اگر تم کسی ایک حدیث پر شک کرتے ہو تو دوسری حدیث کی طرف رجوع کرو مگر بغیر کسی علم و آگہی کے ائمہ (معصومینؑ) کے خلاف کچھ مت کہو۔

(۲۴) امام حسین علیہ السلام پر رونے کی ممانعت :

میرے پاس موجود کیسٹ میں وہ لوگوں کو امام حسینؑ پر رونے سے روکتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگ ہم سے چاہتے ہیں کہ ہم رونا شروع کریں۔

ایسا لگ رہا ہے کہ وہ یہودیوں کی زیادتیوں کے خلاف احتجاج کر رہا ہے سوال یہ ہے کہ کس نے رونے کے لئے حکم دیا؟ کیا یہودی اور نصاریٰ نے حکم دیا جس کا تم انکار کرتے ہو یا تمہارے ائمہ اور پیشواؤں نے جو اپنی مرضی سے بات

بھی نہیں کرتے اور ان کے اقوال خدا اور رسولؐ کے قول کے مطابق ہے۔

ایک مسلمان کو کہاں جائز ہے کہ پیغمبر یا اہل بیت معصومینؑ کے اقوال کی توہین یا اس سے روگردانی کرے۔

قل ابا للّٰہ و ایاتہ و رسولہ کنتم تستھزئون.

(التوبۃ ۶۵)

کیا تم لوگ اللہ اور اس کی نشانیوں اور اس کے رسول کی توہین کرتے ہو۔

یہ اسلام کی عین مخالفت اور اس سے دوری کی دلیل ہے جبکہ عظیم شیعہ عالم دین جناب سید عبدالحسین شرف الدین نے اپنی کتاب "النص والاجتہاد" میں تقریباً پچاس شیعہ و سنی مصادر سے حضرت امام حسین علیہم السلام پر حضور نبی اکرمؐ کے علاوہ آدم و حضرت نوح باقی انبیاء و اوصیاء، زمین و آسمان اور ہر چیز کا رونا اور آسمان سے خون کی بارش ہونے کا ذکر کیا ہے۔

اسی طرح اس سے زیادہ تفصیل میں سید عسکری صاحب نے اپنی کتاب "معالم المدرسین" میں نقل کیا ہے۔ اسی طرح مقتل خوارزمی میں بھی ذکر ہے قرآن پاک نے بھی اس بات کی خبر دی ہے کہ جب بھی کسی صالح قوم پر مصائب و آلام آتے ہیں تو آسمان اور زمین اس پر روتے ہیں جیسا کہ اس آیت کے مفہوم سے ظاہر ہے:

فما بکت علیھم السماء والارض و ما کانوا منظرین

(سورہ دخان)

نہ آسمان نے ان پر گریہ کیا اور نہ زمین نے اور نہ ہی وہ باقی رہے۔ اس آیت میں فرعون اور اس جیسے طاغوتی عناصر کی شرح حال بیان کی گئی ہے اور یہ اس بات

کی دلیل ہے کہ جس طرح انس و جن وملک عظیم ہستیوں اور درگاہ حق سے لگاؤ رکھنے والے شریعت کے ارکان پر روتے ہیں اسی طرح آسمان وزمین بھی ان پر رویا کرتے ہیں اس سلسلے میں شیعہ و سنی اور ائمہ معصومین ۔سے متواتر روایات نقل کی گئی ہیں۔

کیا کوئی نہیں ہے کہ ان اہانت کرنے والے مفتیوں سے پوچھے کہ اگر ان کے خاندان کے مردوں کا قتل عام کیا جائے ان کے گھروں کو آگ لگا کر مسمار کیا جائے ان کے بچوں کو ذبح کریں اور لاشوں کو گھوڑوں سے پامال کیا جائے ان کی عورتوں کو صحراؤں میں اسیری میں گھمایا جائے ساتھ ہی ان کے زیورات بھی ان سے نوچ لیں جبکہ وہ دنیا کی افضل ترین خواتین ہوں اور پھر انہیں ایک شہر سے دوسرے شہر تک توہین آمیز اور گستاخانہ انداز میں اسیری میں لے جایا جائے کیا ایسی صورت میں یہ مفتی خوشیاں منائیں گے اور ان پر رونے سے منع کریں گے۔

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ ''امام حسینؑ کی زیارت کیا کریں اور اسے منقطع نہ کریں ۔وہ جوانان اہل جنت کے سالار ہیں۔وہ یحییٰ بن ذکریا کے مشابہ و ہم شکل ہیں۔ان دونوں (کی شہاد . .) پر زمین اور آسمان روئے ہیں''۔

ان سے ہی دوسری جگہ روایت ہے کہ ''آسمان حضرت یحییٰؑ کے قتل سے پہلے اور حضرت امام حسینؑ کے قتل کے بعد کبھی بھی کسی پر نہیں رویا ہے''۔

(۲۵) امام حسینؑ کے دردناک واقعہ کو نظر انداز کرنا:

اس نے کہا: ہم نہیں چاہتے کہ کربلا کا عاشورہ ہم پر طویل ہو جائے اور نہ

ہی کربلا کی تاریخ پوری تاریخ پر چھا جائے۔ ہمارے پاس اپنے ہی کربلا ہیں اور اپنا ہی عاشورا ہے اور ہم نے گھانا، نبطیہ الفوقا، سحر اور المصوری وغیرہ بہت سے دیگر مقامات پر عاشورا اور کربلا میں گذاری ہیں۔

میرا کہنا ہے کہ اگر بیروت اور ایران والے محاذ پر اپنے مرنے والوں پر روتے رہیں اور کربلا کو چھوڑ دیں۔ اسی طرح عراقی عوام صدام کے ہاتھوں اپنی غریب الوطنی جیل اور پھانسیوں پر اور کویت والے اپنے بچھڑے ہوئے لوگوں کی مصیبت پر روتے رہیں کوئی نہیں بچے گا کہ کربلا اور امام حسینؑ کا ذکر کرے اس طرح خون حسینؑ پر ماتم کرنے والا کوئی نہیں بچے گا جبکہ کئی مرتبہ اس بات کو دہرایا ہے اور گریہ نہ کرنے پر اصرار کیا ہے اس طرح اس کی اہمیت اور حرمت ختم ہو جائے گی۔

یہ بات اہل بیتؑ رسول کے نہج کی کھلی مخالفت اور اس سے انحراف ہوگا جیسا کہ معصومینؑ کی پیروی کرتے ہوئے عزاداری شہ کربلا کے لازمی اہتمام کے متعلق تفصیل سے بات ہو گی اسی طرح امام رضاؑ ہی سے منقول ہے کہ امام حسینؑ (کی شہادت) کے دن نے ہمیں غمزدہ بنا دیا اور آنکھوں سے اشک جاری کروایا۔ کربلا کی زمین پر ہمارے عزیزوں کی توہین کی گئی اور ہمیں تا آخر کرب اور مصائب ورثے میں دیا۔ اب مجھے امام حسینؑ کے نقش قدم پر چلنا ہے لہذا سب کی آنکھوں کو چاہیے کہ امام حسینؑ کی مصیبت پر گریہ وزاری کریں۔

مومنین پر لازم ہے کہ کسی بھی بلا و مصیبت کے ذکر کے ساتھ امام حسینؑ کی شہادت ان پر بیتنے والے مصائب و آلام اور اس زمین کا ذکر بھی کریں جس میں

ان کی شہادت ہوئی ہے ۔ جیسا کہ ان سے منسوب اقوال میں بیان کیا گیا ہے کہ

شیعتی ما ام شربتم ماء عذب فاذکرونی

او سمعتم بغریب او شهید فاندبونی

میرے شیعہ اور دوستدار جب بھی تم خوشگوار پانی پیو یا وطن سے بچھڑے ہوئے کسی غریب الوطن کے متعلق سنو یا کسی شہید کی یاد کرو تو مجھے پکارو اور یاد کرو۔

فانا السبط الذی من غیر جرم قتلونی

و بجرد الخیل بعد القتل عمداً سحقونی

میں وہی نواسہ رسول ہوں جسے کسی جرم کے بغیر قتل کیا گیا اور قتل کرنے کے بعد گھوڑوں کے ذریعے مجھے اور میرے ساتھیوں کو پامال کیا گیا۔

لیتکم فی یوم عاشورا جمیعاً تنظراونی

کیف استسقی لطفل فابوا ان یرحمونی

کاش تم سب مجھے کربلا کے میدان میں عاشورا کے دن دیکھ رہے ہوتے جب میں بچے کے لئے پانی طلب کر رہا تھا تو وہ مجھ پر رحم کرنے سے انکاری تھے۔

و سقوه سهم بغی

عوض الماء المعین

اور پانی دینے کے بجائے بچے کو اپنی غداری کے تیر سے سیراب کیا۔

(۲۶) اربعین کی زیارت یہودی اختراع ہے :

اس شخص نے امام حسینؑ کی چہلم کے بارے میں توہین آمیز اور متضاد

رائے کا اظہار کیا ہے ایک اقتباس میں کہا ہے کہ

کیا یہ درست ہے کہ مرنے والوں اور شہیدوں جس میں امام حسینؑ کے چہلم منانے کی رسم ہے وہ یہودیوں کی سوچ ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر کیوں عام مسلمان اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہے جواب یہ ہے کہ اسلام میں چہلم کا کوئی مفہوم ہی نہیں اور جس نے تین دن کے بعد غم منایا گویا اس نے سانحہ کو دہرا دیا ہے اس لئے دروازوں کو بند کر کے میت کو بھلا دینا چاہیے۔ اب اس میں کیا فرق پڑے گا کہ یہ اصل یہودی ہو یا غیر یہودی۔ خدا بہتر جانتا ہے۔ اب امام حسین کے چہلم کی زیارت ہمارے پاس کہیں نقل نہیں کی گئی ہے ہمارے پاس صرف ایک حدیث ہے کہ جس میں ارشاد کیا گیا ہے کہ "من علامات المؤمن التختم باليمين والابتداء (الصحيح والجهر) بسم الله الرحمن الرحيم وصلاة احدى و خمسين و زيارة الاربعين"۔ سیدھے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا ہر کام سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم (باآواز اور صحیح الفاظ ادا کر کے) پڑھنا روزانہ ۵۱ رکعت واجب اور مستحب نمازیں ادا کرنا اور زیارت اربعین بجا لانا۔ کچھ لوگوں نے زیارت اربعین سے امام حسینؑ کی چہلم کی زیارت کو تعبیر کیا ہے نہیں اس طرح نہیں ہے اس سے مراد چالیس مومنین کی زیارت ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ امام حسینؑ شہید ہیں۔ اگر اس بناء پر دس دن منانا ضروری ہے تو پھر چالیسواں بھی منانا ضروری ہے مگر یہ زیارتیں زیارت عرفہ زیارت عاشورا اور زیارت شعبان وغیرہ مستحب نہیں ہیں۔

اب ہر روز جناب سیدہ زینبؑ کی زیارت ہو رہی ہے اور جس طرح ہمیں

سمجھ میں آتا ہے یہ ثقافتی اور سیاحتی زیارتیں ہیں اس میں صرف آنا اور بیٹھ کر بغیر سمجھے زیارت پڑھنے کے علاوہ اور کیا ہے تا آخر......

سوال یہ ہے کہ وہ اس روایت کو نہیں مانتے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے اپنی بہنوں اور پھوپھیوں کے ساتھ چالیسویں کے دن امام حسینؑ کی زیارت کی اور وہاں حضرت جابر بن عبداللہ الانصاری (جو ایک بزرگ صحابی تھے) سے بھی ملاقات کی اور امامؑ نے جناب انصاری کی زیارت کا اعتراف اور قدر دانی کی پھر کیوں اس بات کی مخالفت کرتے ہو جس کے متعلق معصومینؑ کے اقوال موجود ہوں اور جس پر تمام مسلمان عمل پیرا ہوں۔ اور کس وجہ سے امام حسینؑ کی مقدس زیارت کو یہودیوں سے نسبت دینے والے جاہلوں کی حمایت کرتے ہو اور بار بار اس بات کو دہراتے ہو۔

کیا امام حسینؑ مومن بھی نہیں تھے کہ انہیں مومنین کی زیارت میں بھی شامل کیا جائے جیسا کہ آپ ہی نے اپنی زبان سے فرمایا ہے کہ زیارت اربعین سے مراد چالیس مومنوں کی زیارت ہے۔

دوسری بات یہ کہ کچھ لوگوں کو زیارت کے معنی سمجھ میں نہ آنا زیارت کا مستحب ہونا یا نہ ہونے سے کیا تعلق ہے کیوں مسلمانوں کی بڑی ہستیوں، محدثین اور فقہاء کی تحقیر کرتے ہو جنہوں نے اس حدیث کی تشریح کی ہیں۔ اس حدیث کے ایک مصداق چہلم پر حضرت امام حسینؑ کی زیارت ہے۔ ان جید علماء کو کیونکر "لوگوں" کے نام سے پکارتے ہو جب کہ ان کی بات شرعی قواعد کے تحت بالکل درست ہے اور پھر زیارت ایک عبادت اور پیغمبرؐ اور اس کے اہل بیتؑ سے

محبت کا اظہار ہے۔ یہ ستم کیسے کر رہے ہو کہ اسے سیاحت سے تعبیر کرتے ہو۔

(۲۷) علمائے دین کی شان میں کمی کر کے اور امام حسینؑ کی عزاداری کی توہین کے ذریعے مقدسات کی توہین کرنے کے متعلق جدید روشن خیال افراد کی تازہ کاوش۔

انہوں نے (جدید فکر کے عنوان میں نواں نمبر) کے موضوع کے تحت کہا ہے کہ لوگ موجودہ تاریخ کے بعض حصوں میں قدیم علماء کا نہایت احترام کرنے لگتے ہیں خاص کر اگر وہ لوگ مذاہب کے بانی ہوں۔ یہ لوگ ان کے علمی بحث سے مرعوب ہوتے ہیں اور اپنی علمی کاوش میں ائمہ طاہرینؑ سے نزدیک ہونے کے ناطے ان کے اجتہاد کو رد کرنے کی جرات نہیں رکھتے۔

میں یہاں پر یہ کہتا ہوں اگر یہ لوگ یہاں پر بحث و مباحثہ ترک کریں تو صحیح نہیں بلکہ ان تقدس و احترام کو برقرار رکھتے ہوئے ان مسائل کا حل نکالا جا سکتا ہے۔

انہوں نے کہا ہے "شیخ مفیدؒ نے شیخ صدوقؒ کے طریقے کا احترام نہیں کیا ہے"۔

یہاں پر لفظ "احترام نہیں کرتا ہے" غیر دقیق ہے اور مناسب نہیں لگتا۔ اس کے بجائے ہمیں یوں کہنا چاہیے تھا کہ وہ ان کا طریقہ پسند نہیں کرتے یا یوں کہتے کہ وہ ان کے طریقے کے برعکس رائے رکھتے ہیں۔

(۲۸) ان کی تقریروں اور اکثر مکتوبات میں یہ بات مسلسل دیکھنے اور سننے میں

آئی ہے کہ اکثر خطبا اور ذاکرین کے لیے "جگالی کرنے" کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور جن لوگوں کے بارے میں یہ الفاظ استعمال کرتا ہے ان کا شمار شیعہ فقہا اور محدثین میں ہوتا ہے۔

(۲۹) اس کے مختلف اقوال میں ایک یہ بھی ہے کہ "حسینؑ اپنے معاملے میں قمہ زنی کرنے والوں کا محتاج نہیں ہے"۔

ساتھ ہی یہ شخص ان لوگوں کے بارے میں کہتا ہے کہ جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے مصائب بیان کرتے ہیں (کہ یہ لوگ اس قسم کے مسائل جیسے لوگوں کا ہائے وائے کہنا دراصل ایسا ہے کہ یہ لوگ گدلے پانی میں شکار کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور حضرت زہراؑ کی وفات کے ایام سے ذاتی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں)۔ ان دنوں میں یہ لوگ عوام سے مخاطب ہو کر ان کے جذبات، ہمدردیاں اور ایمان تک کو حاصل کرتے ہیں، مگر یہ چیزیں جو یہ لوگ سناتے ہیں کوئی اہم عنصر میں شمار نہیں ہوتی۔

(۳۰) ان کے اقوال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ شخص عاشورہ کے دن حضرت امام رضاؑ کی زیارت کے لیے جانے والوں کو کتے اور گدھے کے نام سے پکارتا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ایک دفعہ میں نے بعض افراد کو جھگڑا کرتے ہوئے دیکھا۔ مثلاً ایک شخص جو جناب زینبؑ کی زیارت کے لیے جانے والا تھا جیسا کہ عراق میں رائج ہے کہ اس کے مختلف شہروں سے لوگ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے پیادہ چل کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت امام حسنؑ اس طرح پیدل چل

کر پچیس حج بجالائے تھے۔ اس لیے میں نے اپنی ان بہنوں کو بتادیا کہ اس طرح سے یہ کیسے ثابت ہو جاتا ہے کہ آج عاشورہ میں ایران کے عاشورہ کی نقل کیسے نہیں کی جاسکتی جو اپنی انتہا میں پہنچ کر کتوں کی دوڑ بن جاتی ہے۔ وہ کیسے یعنی لوگوں کا ایک گروہ جھوٹ موٹ منافقت کرتے ہوئے حسینؑ پر گریہ کرتے ہیں۔ وہ بھی اس طرح کہ خوشامد کی انتہا کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کتوں کی طرح چلتے ہوئے نکل پڑتے ہیں۔ یہاں تک کہ امام رضاؑ کے روضے تک پہنچتے ہیں اور کتوں کی طرح بھونکنے لگتے ہیں اور اس طرح سے یہ لوگ حسینؑ کا غم مناتے ہیں جبکہ اکثر لوگ ان جدید لوگوں کے عقل پر ماتم کرتے ہیں جو گدھے کی طرح آوازیں نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم حسینؑ کا غم مناتے ہیں۔

اے کہنے والے آخر اس طرح کہنے سے تمہارا کیا مقصد ہے۔ اگر حسینؑ کے عزاداروں کے جلوسوں میں اضافہ ہوا تو تمہیں کیا نقصان پہنچتا ہے۔ یہ جلوس ہی تو ہیں جن کے ذریعے لوگوں کی ہمدردیاں حسینؑ کے ساتھ ہوتی ہیں اور لوگوں کو آپ کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے اور تم نے پیادہ پا جلوس کی شکل میں چلنے والوں کو کتوں کی طرح چلنے اور بھونکنے کا نام کیوں دیا جبکہ وہ اس طرح اپنے حزن و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ تم ان پر نکتہ چینی کرتے ہو اور ان کی اہانت و تحقیر کا ارتکاب کرتے ہو۔ تم بتاؤ کس فقیہ نے اسے گناہ قرار دیا ہے جس کی بنا پر اس کی اشاعت جائز قرار پائے۔ میرا ایمان ہے کہ تم نے جھوٹ بول کر ان کی اہانت کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ ان پر سراسر افتراح ہے۔ یاد رکھو امام رضاؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی شخص کسی مومن کے بارے میں ایسی روایت بیان

کرے جس کے ذریعے اس کی اہانت یا تحقیر ہو تو خداوند عالم ایسے شخص کو اپنی ولایت سے نکال کر شیطان کی ولایت میں داخل کرتا ہے۔

(عقاب الاعمال، ص ۱۷۵)

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ قیامت کے دن تیرے شیعہ کامیاب ہونے والے ہیں۔ جس کسی نے ان میں سے کسی ایک کی اہانت کی تو اس نے تیری اہانت کی اور جب کسی نے تیری اہانت کی تو اس نے میری توہین کی اور جو کوئی میری توہین کرے گا خداوند عالم اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا۔

(عقاب الاعمال، حدیث ۲۱۷)

(۳۱) اس شخص کے اقوال میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان لوگوں نے ہفتے کی رات کو قمہ کا ماتم کرنے کے بعد عاشورہ کی رات شراب پی لی ہے۔ اس کا جواب ہم کتاب کے شروع میں دے چکے ہیں۔

(۳۲) اس شخص نے پہلی شوال ۱۴۱۸ھ میں اتوار کی رات لوگوں کے سوالات کے جوابات دیتے ہوئے ایک شہر کے لوگوں پر روزے کے وجود کو ساقط کیا۔ جہاں کے وہ باشندے ہیں۔ ان کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ان لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہے۔

پس یہ شخص اور اس کے دوسرے ان لوگوں کے لیے جو اہلبیتؑ کی عصمت اور ان کی مصیبتوں کے بارے میں شک کرتے ہیں اور عزاداری کے شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فعلاً دنیا میں مال داروں کی دولت کے رہن میں ہیں۔ تم اس طرح کی باتیں کر کے ان سرمایہ داروں کی خدمت کرتے ہوئے

ان کا تقرب اور خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تم اس طرح دھوکہ کھاتے ہو جبکہ ہم تو شکوک کرنے والے لوگوں کو عوام کے درمیان ظاہر کرتے رہیں گے۔ حدیث میں لکھا ہے کہ حضرت امام جوادؑ سے ان کے پوتے حضرت قائم آل محمد کے بارے میں پوچھا گیا کہ حضرت قائم آل محمد کو قائم کیوں کہا گیا۔ فرمایا کہ یہ اپنی موت کے بعد قیام کریں گے۔ یہ دیکھ کر اکثر اس کے قائل لوگوں میں سے جو قائل ہیں وہ مرتد ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح پوچھا گیا کہ منتظر کیوں لقب دیا گیا۔ فرمایا: کیوں ان کی غیبت کا زمانہ طویل ہو گا اور ان کے مخلص ماننے والے ان کے ظہور کا انتظار کریں گے اور جھٹلانے اور شک کرنے والے ان کا ذکر سن کر مذاق اڑائیں گے جو حقیقت میں ان کا انکار کرنے والے ہیں اور ابن الوقت انہیں جھٹلائیں گے اور جلد بازی کرنے والے ہلاکت میں پڑیں گے اور مسلمان نجات پائیں گے۔

(یوم الخلاص، ص ۲۶)

حضرت امام باقرؑ نے فرمایا کہ اپنی غیبت کے بعد جب خروج کریں گے تو لوگ حیرت کے مارے اپنے دین پر ثابت قدم نہیں رہ سکیں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو مخلص ہیں اور روح یقین رکھتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن سے خدا نے ہماری ولایت کا عہد لیا تھا۔

حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ عنقریب میرے بعد کچھ ایسے رہبر نظر آئیں گے جو منبروں سے حکمت کی تعلیم دیں گے اور جب منبر سے اتریں گے تو وہ حکمت ان سے زائل ہو جائے گی اور ان کے جسم مردار سے بھی بدتر ہوں گے۔ نیز فرمایا

کہ ایک قوم خدا کے علاوہ کے لیے دین کا علم حاصل کرے گی جن کا مقصد دنیا کی طلب ہو گی اور وہ قرآن سے توجیح کرتے ہوئے اپنی خواہشات کے مطابق فتوے دیں گے اور دین کو اپنی رائے سے ادھر ادھر موڑتے رہیں گے۔

اہانت کرنے سے انسان مسخ ہوتا ہے

پیغمبر اکرمؐ سے روایت ہے کہ علم اس لئے حاصل نہ کریں کہ اس کے ذریعے اہل دانش کے درمیان فخر و غرور کریں۔ اسی لئے بعض اہل علم نے کہا ہے کہ جو لوگ مصائب اہل بیتؑ بیان کرتے ہیں وہ لوگ جگالی کرتے ہیں۔ حدیث میں آگے لکھا ہے جس کسی نے علم کو نادانوں پر شیخی بگھارنے اور عوام الناس کو اپنا فن دکھانے کے لئے استعمال کرے گا تو وہ جہنم کی آگ میں رہے گا۔

اسی طرح آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری امت پر دہشت کا ایک ایسا وقت آئے گا جس میں ان کے علماء مسخ ہو کر بندر اور سور میں بدل جائیں گے وہ حق کو اپنی جگہ سے ہٹانے کی وجہ سے مکافات عمل میں مبتلا ہو جائیں گے۔

(یوم الخلاص، ص ۴۷۳)

نہج البلاغہ میں آیا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ قرآن سے صرف اس کا رسم الخط اور اسلام سے صرف اس کا نام باقی رہے گا۔

مسجدیں بڑی شاندار بنی ہوئی ہوں گی مگر ہدایت کی روشنی سے بالکل خالی ہے۔ اس زمانے کے لوگ اہل زمین پر آنے والے لوگوں میں سے سب سے بدترین لوگ ہوں گے۔ انہی لوگوں سے فتنوں کا آغاز ہو گا اور تمام گناہ انہیں

سے سرزد ہوں گے۔

(نوائب الدھور فی اعلائم الظہور ۲، ص ۲۲۸)

خلاصہ

عزاداری سے متعلق بعض خاص خاص باتیں :

(۱) عزاداری برپا کرنا جس میں مجلس عزاداری ، مصائب اور ذکر اہل بیتؑ، گریہ کرنا، نوحہ خوانی وماتم کرنا دنیا کے ہر علاقے میں جہاں آبادی ہو واجب کفائی ہے۔

(۲) عزاداری کے خاص پہلوؤں قمہ زنی ، زنجیر زنی اور سر پر مٹی ڈالنے جیسے پہلوؤں پر تاکید کی گئی ہے جس سے رقت آتی اور احتیاط مستحب ہے کہ دنیا کے ہر حصے میں اس طرح کے مقاصد حاصل کئے جائیں جس سے اہل بیت اطہار علیہم السلام اور شیعان آل محمدؐ کی پہچان و شناخت ہوتی ہو اور حسینی انقلاب آب و تاب کے ساتھ باقی رہے خاص کر ان ملکوں میں جہاں طاغوتی نظام اور آمریت موجود ہوں ۔اس قسم کے اقدامات سے ظالم اور آمروں کو شکست مل سکتی ہے اور اسی ذریعے سے عوام کو ان کے خلاف اکسایا جاسکتا ہے۔

(۳) تمام عالمی ذرائع ابلاغ سے پیغمبر اسلامؐ اور اہل بیت عظامؑ کی زندگی اور ان پر آنے والے مصائب و مشکلات پر مبنی فلمیں یا ڈرامے پیش کرنا اور جس طرح دوسرے انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں پر مبنی فلمیں تیار ہوگئی ہیں اسی طرح پیغمبر اسلامؐ کی زندگی پر مبنی فلمیں تیار کی جائیں اسی طرح پیغمبر اسلامؐ، اہل

بیتؑ عظام کی ذریت وطہارت اور ان کے پیروکاروں کی قربانیوں پر بھی فلمیں تیار اور پیش کرنا چاہیے ۔اسی طرح ان کے دشمنوں اور سلاطین کے بد اعمالیوں پر دینی فلمیں تیار کرنی چاہیے۔

(۴) مقدس مقامات کی زیارت کے لیے لوگوں کو ترغیب دینا مستحب تاکیدی ہے خصوصاً انجمنوں اور قافلوں کی صورت میں اور تمام مخصوص مناسبتوں پر ان کا اہتمام کرنا افضل ہے۔

(۵) ائمہ طاہرین اور معصومین علیہم السلام کی ولادت کے دنوں کی مناسبت پر خوشی کی محافل کا اہتمام کرنا، اسی طرح ان کی وفات یا شہادت کی مناسبت پر مجالس عزا اور سوگ برپا کرنا مستحب موکدہ ہے۔ جیسا کہ واقع ہے کہ آئمہ اطہار اور جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ پر ظلم وستم ہوئے اور زہر کے ذریعے قتل ہوئے ہیں۔ سب شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں تمام علمائے اہل تشیع متفق ہیں اور پیغمبر اسلامؐ، امام جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ اور امام حسن عسکریؑ سے بھی روایات نقل کی گئی ہیں۔ ان روایات میں یہ عبارت بار بار دہرایا گیا ہے کہ "مامنا الا مقتول او مسموم" ہم میں سے کوئی بھی قتل کیے یا زہر دیئے بغیر نہیں بچ سکے ہیں۔

اسلام کے لیے جدوجہد کرنے والوں کے لیے میری نصیحت

اسلام کے لیے جدوجہد میں مصروف تمام علمائے کرام اور ان کے پیروکاروں کے کارناموں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور سراہتے ہوئے انہیں چند

نصیحتیں اور ہدایات پیش کرتے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت اور لگن پیدا ہو اور مسلمان پر مسلمان کی نصیحت کرنا واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو اس لیے کہ اس سے تمہیں شکست و رسوائی ملے گی۔ تمہاری طاقت بکھر جائے گی۔ ہمیشہ صبر سے کام لیں اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

آگ سے کھیلنے والوں کو ملنے والی رسوائی کا صرف ایک رخ نہیں ہے بلکہ پہلے مسلمانوں کے سر پر آگ و خون کا کھیل کھیلنے والے متاثر ہوں گے اور پھر دوسرے کمزور اور محکوم مسلمان اس کا شکار ہوں گے۔

پہلے وہ علما اس سے متاثر ہوں گے جو عوام کی پشت پر بیٹھ کر ان کے مال سے مقام حاصل کیے ہوئے ہیں پھر بقیہ علمائے کرام بھی اس کی زد میں آئیں گے اور اگر یہ شعلے بھڑک اٹھیں تو سب کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔ جب میں کہوں گا کہ:

(ا) لوگوں کے مال کی طرف للچائی نظروں سے مت دیکھو اس لیے کہ مال و متاع فانی ہے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اور جو لوگ سونا اور چاندی اکٹھے کرنے لگتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی بشارت دو"۔

(ب) اگر کچھ مال تقسیم کیا تو صرف مخارج کے کھاتے نہ بناؤ اور آمدن کے کھاتوں کی تیاری میں سستی نہ دکھاؤ تاکہ عوام کو پتہ چلے کہ آپ نے اپنے ذاتی فائدہ کے لیے حد سے زیادہ یا عام ضروریات کی سطح سے زیادہ خرچ نہیں کیا

ہے۔

(ج) اگر لوگوں کے دیئے ہوئے مال اور پیسے مسلمانوں میں تقسیم کرنا پڑے تو اسے شریعت کے بیان کردہ طریقے سے حقیقی فقیروں میں بانٹنا چاہیے۔ اس میں کسی کو تخصیص نہیں کرنا چاہیے چاہے وہ آپ کے پیروکاروں میں ہوں یا نہ ہوں۔ اس سلسلے میں ضمیر فروش لوگوں کا ضمیر خریدنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔

(د) اپنی تقریروں اور خطبوں پر عمل کیے بغیر نیک کام اور خصائل کی تعریف اور برے کام اور رذائل کی مذمت کرنے سے اجتناب برتنا چاہیے۔ صالحین کی مدح وستائش کے لیے لازم ہے کہ پہلے اعمال صالحہ کی خود پابندی کریں۔

(ہ) اگر آپ کسی پارٹی کے عہدیدار ہیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے مگر لوگوں کو پارٹی میں جبری بھرتی نہ کریں اور آپ کی پارٹی کی رکنیت حاصل نہ کرنے والوں کو اپنا مخالف نہیں سمجھنا چاہیے۔

(و) عام طور پر پیش کیے جانے والے اس ظالمانہ نظریہ پر کہ ”مقصد راستے کا تعین کرتا ہے“ پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ خیانت کرو گے اور ایسے لوگوں کو ہٹاؤ گے جو اسلامی امت کی پرورش اور تربیت کے سلسلے میں ایک عہد ساز شخصیت کے حامل ہیں۔ اسی طرح ان کے عقیدت مندوں اور پیروکاروں پر بھی ظلم وستم ڈھاؤ گے۔

اس کے بعد ان کی علمی اور سماجی خدمات اور اسلام کی راہ میں کی جانے

والے جہاد کو بھی جھٹلاؤ گے اور سیاسی مصلحت کی بنا پر ایسے لوگوں کو ان عہدوں پر فائز کرو گے جن کے پاس معزول کیے جانے والے معتبر اشخاص کے مقابل میں ذرہ برابر بھی علمی معیار یا خدمات کے حامل نہیں ہوں۔

اور پھر اسی حدیث شریفہ کو یاد رکھیں کہ ”ظلم کرنے سے آخرت تاریک ہو جائے گی مظلوم کا دن ظالم کے دن سے زیادہ تکلیف دہ ہو گا“۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)۔

(ز) لوگوں کے درمیان امتیازی سلوک نہیں اپنانا چاہیے اور کسی کو کربلائی و لبنانی و عراقی ہونے پر احترام اور حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کا امتیاز نہیں برتنا چاہیے۔

اس لیے کہ خدا صرف ان لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا جس نے اس کی اطاعت کی ہو چاہے وہ غلام ہو اور بصرہ سے تعلق رکھتا ہو یا کاظمین سے یا عراق سے۔

اور ہر فساد پھیلانے والا انسان جہنم میں داخل ہو گا چاہے وہ بیروتی شیخ یا سید ہو جہنم میں داخل ہو گا۔

(ح) اگر کوئی مومن محتاج آدمی آپ کے پاس آکر مدد کی درخواست کی تو اسے نہیں کہنا کہ میں فلاں پارٹی کی طرف سے صرف عراقی یا پاکستانیوں کی مدد کرتا ہوں۔ آپ ہمارے معیار پر نہیں اترتے ہو چاہے تم ہمیں یا ہماری پارٹی کو عزت دو۔

(ط) سنہ ۱۹۸۴ء میں بحرانی کیفیت کے دوران اور صابرہ اور شتیلا کے

قتل عام سے پہلے چار عراقی مومنین نے آپ سے درخواست کی کہ انہیں عیسائیوں سے بچانے کے لیے کہ اپنی گاڑی میں بیٹھا کر بعلبک لے جائیں جبکہ آپ ویسے ہی بیروت سے بعلبک جارہے تھے مگر آپ نے انکار کیا جس کے نتیجے میں ابو ثائیر اور ابو حسین دو مومنین عیسائیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے اور بقیہ دو مومنین ابو علی اور ابو حسان کسی عیسائی شخص کی منت سماجت کرنے پر نجات پا گئے۔

مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ اس پارٹی کے لوگوں پر اللہ کے خاص بندے ہونے کی آیت نازل ہوتی ہے اور جیسا کہ بقیہ سارے لوگ وحشیوں کی اولاد ہیں۔

(ی) اگر کسی شخص کے بارے میں تمہیں پتہ چلے کہ اس نے تمہاری پارٹی کے علاوہ کسی عالم کی خاطر مدارات کی اور اسے اپنے گھر میں ٹھہرایا تو اس سے دشمنی نہ برتو اور نہ اسے اپنے اعزازات اور نوازش سے محروم کرنا اور نہ اسے اپنے گھر میں ٹھہرانے سے منع کردو۔ اس حدیث کو یاد رکھیں کہ اگر تم طاقت کی گھمنڈ میں کسی پر ظلم کرنے کا ارادہ کرلو تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طاقت یادرکھو۔

(ک) تمام اسلامی داعیوں کے ساتھ تعاون کرو اس سلسلے میں ان کی مالی امداد کرنا اور ان پر تمہارے حکم کے تابع ہونے کا کوئی شرط نہ لگانا اس لیے کہ تم خدا کے بندے ہو اور کوئی بھی کام صرف خدا کی خوشنودی کے لیے انجام دو اس کا صلہ دنیا و آخرت میں تم کو مل جائے گا مگر خواہشات نفسانی کی خاطر کرنے والے تمام کاموں کا نتیجہ دنیا و آخرت میں خفت ہے۔

(ل) اپنے غیر ذمہ دارانہ اور مخالف فتویٰ کی اشاعت پر اصرار نہ کریں

جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے اور اس پر عمل نہ کرنے پر لوگوں کے خلاف الزام عائد نہ کرو۔

(م) اگر مالی اور عوامی طاقت تمہیں حاصل ہوں تو اس پر غرور اور تکبر نہ کرو۔ اس طاقت کے بل بوتے پر آگ سے نہ کھیلیں اور اس حدیث کو یاد رکھیں کہ "دنیا انسان کو مغرور کرتا ہے پھر اسے نقصان پہنچاتا ہے پھر اس سے منہ موڑ لیتا ہے"۔

(ن) لوگوں کے ذہنوں میں سیرت و مصائب اہل بیتؑ کے متعلق احادیث پر شک ڈال کر اہل بیت علیہم السلام سے متعلق ان کے عقائد کو کمزور کرنے کی کوشش نہ کریں۔ عقل والوں نے کہا ہے کہ "ہر بات کہنے کی نہیں ہوتی ہے"۔

بلکہ ایسے اقوال اور احادیث کا زیادہ بیان کرنا چاہیے جس سے لوگوں میں محبت اور ہم آہنگی اور اللہ کے خوف و تقویٰ اور پیغمبر و اہل بیت کرام سے قربت و نزدیکی حاصل ہوتی ہو۔

(س) اگر آپ کسی کو اس کی عزت اور اپنی عزت کی خاطر یا فتنہ و فساد پھیلنے سے روکنے کے لیے اس کا احترام کریں تو یہ بزدلی میں شامل نہیں۔

(ع) اگر تعصب کرنے لگے تو مومنوں کے اجتماع کو شراب پینے کے محفل سے نسبت دے کر گناہ اپنے سر نہ لو۔ خاص کر اگر یہ لوگ عزاداری اور امام حسینؑ کے شیدائی ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"ایسا کیوں نہیں ہوا کہ جب تم نے یہ بات سنی تو تم کہہ دیتے کہ ہم نے

کبھی ایسی بات نہیں کی ہے توپاک ہے۔یہ بہت بڑا بہتان ہے"۔

(سورۂ نور، آیت ۱۶)

"بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ بے حیائی اور فحاشی کی اشاعت مومنوں کے درمیان ہو جائے تو ان کے دنیاو آخرت میں دردناک عذاب ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے"۔

(سورۂ نور، آیت ۱۹)

(ق) اگر عراق کی طاغوت پر فتح چاہتے ہو تو جدو جہد میں مصروف تمام جہادی قوتوں کو چاہیے کہ تمام علما اور گروپوں کا احترام کریں۔ کسی خاص گروپ پر تنقید نہیں کرنا چاہیے اور اگر وہ مظلومیت کی زندگی گزار رہے ہوں تو ان کی ملامت نہیں کرنا چاہیے۔ تمام گروپوں کی مالی اعانت کے لیے دل کھلے رکھنا چاہیے سب کو خیر کی دعوت دیں اور لوگوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے نزدیک کریں اور حقوق اللہ اور حقوق الناس سے متعلق تمام فرائض کی ادائیگی کریں جس کی اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور دوسرے تنازعات، اختلافات اور گروپ بندیوں کو خیر باد کہنا چاہیے۔

(ص) اگر تم چاہتے ہوں کہ لوگ تمہاری پیروی کریں تو استطاعت اور طاقت کے مطابق حکم کریں۔ لوگوں کو خواہ مخواہ اپنی خوشی اور غم منانے سے نہ روکو۔ خاص کر جب لوگ علمائے دین کے فتوؤں پر عمل کرنے لگے، بے جا مداخلت سے بدنامی اور لوگوں کے درمیان فساد برپا کرنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو سکے گا۔ آخر میں بھی رسوائی ہی ملے گی اور پھر تمہارا انجام عثمان جیسا ہی

ہو گا۔

(ق) موقع پرست نہ ہونا۔ کچھ لوگوں کو ایک بات بتادو اور جب تمہیں نہ ماننے والے لوگ تمہارے پاس آجائیں تو آپ اسے کچھ اور بتادو۔ اسی طرح فتویٰ دینے یا کسی کا فتویٰ بیان کرتے ہوئے اس طرح کا طریقہ نہیں اپنانا چاہیے۔ ایسے کام چاہے کسی فرد کے خلاف ہوں یا گروہ کے خلاف غلطی سے یا جان بوجھ کر نہیں کرنا چاہیے۔ ویسے بھی کوئی بھی عاقل فرد جسے اپنی عزت اور شہرت عزیز ہو ایسا نہیں کر سکتا۔

(ر) معصومین علیہم السلام اور تمام بڑی ہستیاں خدا کے پاس امن و سلامتی سے رہ رہے ہیں۔ مسلح افراد اپنے ساتھ روضوں میں لے جا کر بے جا لوگوں پر رعب و دبدبہ طاری کرنے کی کوشش نہیں کرنا۔ اگر تمہیں شان و شوکت کی خاطر اپنے پیچھے گھوڑوں کے پاؤں کی آواز سننا پسند ہے تو عام زائرین کی طرح سادہ اور غیر مسلح جوانوں کے حلقے میں حرم میں داخل ہو جاتے۔ اس طرح روضہ اور زائرین کا ادب واحترام بھی قائم رہتا۔

(ش) مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں خاص کر لبنان کے غریب غربا کے حق کو بھلا کر مسجد کی سجاوٹ اور خوبصورتی میں زیادہ پیسہ نہ لگائیں۔ مسجد پر ہونے والے ضروری خرچے ادا کریں اور باقی پیسہ پریشان حال گھرانوں اور طلبا وغیرہ کے لیے باوقار اپارٹمنٹ بنائیں۔ اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ "امام زمانہ ؑ ان تمام مسجدوں کو ختم کریں گے جس میں سجاوٹ کیے ہوئے ہوں"۔

(ت) اگر کسی نے کوئی ایسی کتاب لکھی جسے آپ پسند کرتے ہوں تو

اسے مکاری اور چالاکی سے حاصل کرنے کے لیے اپنے نوکروں کو نہ بھیجنا۔

(ث) اگر کسی عالم دین نے آپ کے خلاف کوئی کتاب لکھی تو کبھی بھی ان کی پٹائی کے لیے اپنے چیلوں کو روانہ نہ کریں۔

(خ) جب بھی بات کرنے کا ارادہ کرلو تو بات کرنے سے پہلے خوب سوچ بچار کریں تاکہ علماو مومنین آپ کے خلاف مشتعل نہ ہو جائیں اور آپ کے خلاف فتوے دیں اور لوگ تمہاری غیبت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ خدا اس آدمی پر رحم کرے جس نے اپنے اوپر غیبت کا راستہ کھولا۔

(ذ) بے جا طویل بحث و کلام سے پرہیز کریں اور گفتگو سے متعلق جلسوں کو دیگر علمی طبقوں کے لیے مختص کریں جس سے عوام الناس کو فائدہ پہنچے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے کہ جس نے زیادہ باتیں کی اس کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور جس کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اس کا تقویٰ کم ہوتا ہے اور جس کا تقویٰ کم ہوتا ہے اس کا دل مر جاتا ہے اور جس کا دل مر جاتا ہے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے۔

(عقاب الاعمال، حدیث ۱۱۴۶)

ہماری خواہش ہے کہ اس بارے میں عقاب الاعمال کا زیادہ سے زیادہ مطالعہ کریں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ یہ ہماری کتاب ہے جو تمہارے لیے سچ کہتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اسے ہم لکھ لیتے ہیں۔ اللہ نیتوں کو جانتا ہے اور اس کی راہ میں مخلص کام کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔

انشاء اللہ اسلام اور مسلمانوں کا کلمہ بلند ہوگا۔ بے شک میرا پروردگار سننے

اور قبول کرنے والا ہے۔

---------☆-☆-☆-☆---------

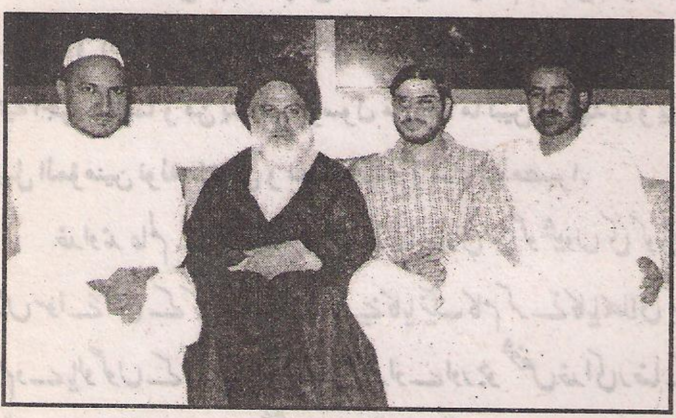

آیت اللہ العظمیٰ طباطبائی کے ہمراہ سید آصف شاہ، سید باقر مہدی اور مولانا محمد عون نقوی کے ساتھ گروپ فوٹو

آیت اللہ العظمیٰ طباطبائی کے ہمراہ حاجی نصر علی راجپوت کا عکس

حسنِ ختام

قال الله تعالیٰ : لا خیر فی کثیر من نجواهم إلا من أمر بصدقة أو معروف أو إصلاح بین الناس و من یفعل ذلك ابتغاء مرضاة الله فسوف نؤتیه أجراً عظیماً و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساء ت مصیرا.

خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ بہت ساری سرگوشیوں کی کوئی بھلائی نہیں سوائے اس کے کہ کوئی صدقہ دینے کا یا نیک کام کرنے کا یا بھلائی کرنے کا حکم دے یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرادے اور جو شخص خدا کی رضا کے لیے ایسا کرے گا ہم عنقریب اسے عظیم اجر عطا کریں گے اور جو حق وہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد رسول کو دکھ دے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے گا تو وہ جہاں سے پلٹا ہے اس کا رخ وہیں کردیں گے اور اسے جہنم میں جھونک دیں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔

(سورۂ نسا، آیت ۱۱۵)

صدق الله العلی العظیم و صدق نبیه الکریم والائمة المعصومین

صلوات الله علیهم اجمعین والحمد لله رب العالمین

۷ صفر ۱۴۱۷ھ

(اقل العباد)

محمد علی طباطبائی

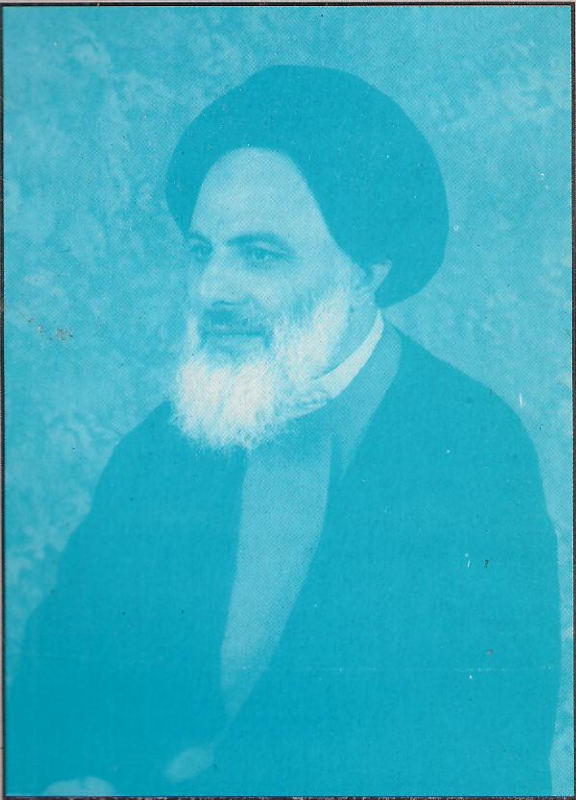

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محمد علی طباطبائی دام ظلہ